بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ

سرپرست اعلیٰ
مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ
مولانا راشد الحق سمیع

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ

الحق

۵-۶ - جمادی الاولیٰ و جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ ، فروری مارچ ۲۰۱۶

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 52
شمارہ نمبر 05-6
جمادی الاول وثانی ۱۴۳۷ھ
فروری، مارچ ۲۰۱۶ء

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: تحفظ حقوق نسواں بل اور ممتاز قادری شہید کی پھانسی، ایرانی صدر ڈاکٹر روحانی کی پاکستان آمد پر مولانا سمیع الحق مدظلہ کا خطاب اور مشورے .... ادارہ ۲
- توہین رسالتؐ ایکٹ اور ممتاز قادری شہید کے حوالے سے اہم تحریر ...... مولانا راشد الحق سمیع ۸
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات .... مولانا حافظ عرفان الحق ۱۱
- گھریلو تنازعات کا حل .... شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق ۱۹
- علم اُصولِ حدیث اقسام و انواع .... حضرت مولانا نور محمد ثاقب ۲۶
- مسلمانوں کے نظام تعلیم میں تبدیلی .... مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی ۳۷
- چند علماء و مشائخ کی جدائی .... مولانا ابوالمعز عرفان الحق حقانی ۴۳
- مدارس میں علمی زوال کے اسباب اور حل .... مولانا حذیفہ وستانوی ۵۵
- معاشرتی جھگڑے اور حل: سیرت رسول ﷺ کے تناظر میں .... جناب محمد حسین ۶۲
- چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور جدید سائنس .... جناب طارق اقبال ۶۹
- ہندوستانی جریدہ "اردو بک ریو" دہلی کا مولانا سمیع الحق کے سوانح پر تبصرہ .... عارف اقبال ۷۳
- دارالعلوم کے شب و روز .... مولانا حامد الحق حقانی ۷۸
- تعارف و تبصرہ کتب .... مولانا اسرار ابن مدنی ۸۰

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

606-7/ جمادی الاول وثانی ۱۴۳۷ھ فروری، مارچ ۲۰۱۶

نقش آغاز

ادارہ

تحفظ حقوق نسواں بل اور ممتاز قادری شہید کی پھانسی

پنجاب اسمبلی سے تحفظ حقوق نسواں کے نام سے رسوائے زمانہ بل کی منظوری ،شاتم رسولؐ کے قاتل ممتاز قادری شہید کی پھانسی اور ملک کو لبرل بنانے ،مدارس دینیہ پر چھاپوں وغیرہ کے بارہ میں مولانا سمیع الحق مدظلہ نے تحفظ اسلام علماء کنونشن ،۱۳۰ مارچ ۲۱۰۶ بمقام ظہیر چوک لاہور میں آل پارٹیز کانفرنس طلب کی ،اس کانفرنس میں مولانا کا پیش کردہ استقبالیہ اور کانفرنس کا منظور شدہ اعلامیہ نقش آغاز میں شامل کیا جارہا ہے جس کا تعلق حالات حاضرہ سے ہے............(ادارہ)

مہمان گرامی ،علماء اسلام ،مشائخ عظام ،زعماء ملت ورہنمایان قوم!

السلام علیکم! آپ نے میری دعوت کو شرف قبولیت سے نوازا میں آپ کا شکر گزار ہوں، آپ کا اس مشاورتی اجلاس میں تشریف لانا، اس بات کی علامت ہے کہ قومی ملکی و دینی مسائل پر ہمارے دل ایک ساتھ دھڑکتے ہیں اور ہمارا درد ایک ساتھ مشترک ہے۔ میں نے آپ حضرات کو تکلیف اس لئے دی کہ جب ہمارا درد مشترک اور احساس یکساں ہے تو مسائل کے حل میں ہمارا لائحہ عمل اور طریقہ کار بھی ایک طرح کا ہو، تو قوم کو مسائل سے نکالنے کا راستہ چاہے کتنا بھی کٹھن ہو خوش اسلوبی سے طے ہو جائے گا، اور ہم قومی رہنما کے طور پر اپنا فرض ادا کرنے میں کامیاب ہوں گے ،اپنے ضمیر اور قوم کے سامنے سرخرو ہوں گے۔

زعماء ملت! آپ سے زیادہ بہتر کون جانتا ہوگا کہ امریکہ کی قیادت میں عالمی ابلیسی قوتوں نے عالم اسلام بالخصوص اسلامی نظریے پر معرض وجود میں آنے والے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان کے خلاف بدترین منصوبہ بندی کر رکھی ہے اور ہمارے ملک کے کمزور حکمرانوں پر دباؤ کے ذریعے اپنا ایجنڈا مسلط کر رکھا ہے،اس کے مطابق آئین پاکستان اور قومی معاشرت سے اسلام کی تمام نشانیوں کو مٹا کر اس ملک کو بخارا، تاشقند، سمرقند، لبنان ،شام ،مصر اور اندلس کے رنگ میں تبدیل کرنا اور لبرل پاکستان کی صورت میں خطے کے ہمسایہ ممالک کا غلام بنانا ہے،اور یہ بات واضح طور پر محسوس ہو رہی ہے کہ حکمرانوں نے اپنے چند روزہ اقتدار کے لئے ملک کے دینی تشخص کا سودا کر دیا ہے۔

آج کے درپیش قومی معاملات آپ کے سامنے ہیں

۱: ممتاز قادری کو سزا دے کر حکومت نے آئین پاکستان کے اسلامی تشخص بالخصوص قانون ناموس رسالت اور قانون عقیدہ ختم نبوت کو ختم کرنے یا غیر موثر کرنے کا "سنگ بنیاد" رکھ دیا ہے۔اور اسلام دشمن عالمی قوتوں کے مطالبات کے سامنے ڈھیر ہوکر پاکستان جیسے اسلامی اور ایٹمی ملک کو غیروں کی غلامی کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی ہے۔

۲: دہشت گردی کے خلاف جنگ اور ملک میں امن کی بحالی ہم سب کے دل کی آواز ہے، لیکن دہشت گردی کو جس طرح دینی مدارس اور مذہبی کارکنوں کے ساتھ جوڑ کر علماء طلباء اور مشائخ کو ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بنا کر یہود ونصاریٰ و دیگر اسلام دشمن قوتوں کو خوش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور بے گناہ علماء کو توہین آمیز طریقہ سے گرفتار کرکے ماورائے عدالت جیلوں میں ڈالا بلکہ قتل کیا جارہا ہے۔اس پر ہمارا خاموش رہنا بجائے خود ایک مجرمانہ غفلت ہوگی۔

۳: وزیراعظم پاکستان کا لبرل پاکستان کے لئے عزم کا اظہار آئین پاکستان سے بغاوت کے مترادف ہے لیکن یہ ہمارے لئے ایک چیلنج سے کم نہیں ہے۔نیز تحریک آزادی اور تحریک پاکستان میں دی گئی قربانیوں سے غداری بھی ہے۔

۴: پنجاب اسمبلی میں حقوق خواتین کے تحفظ کے خوشنما نعرے پر قانون سازی کے ذریعے شرافت عفت، پاکدامنی کی تعلیمات اور اسلامی مشرقی تہذیب کے سائے میں قائم خاندانی نظام کو تباہ و برباد کرکے ایک طرف عورت کو بازاری جنس بنانے اور دوسری طرف خاندان کے سربراہ کی عزت وتوقیر کو عدالتوں تھانوں اور این جی اووز کے مراکز میں پامال کرنے کی بنیاد رکھی ہے۔صوبائی اسمبلی سے قرارداد منظور کرانے اور پھر صوبائی گورنر کے اس پر دستخط کرکے قانون کا درجہ دینے کی کارروائی اس عجلت میں کی گئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خواتین کے حقوق کے تحفظ اور ان کو بااختیار بنانے کی طرف نہیں بلکہ کسی اور ہی طرف پیش رفت ہے اور ہمارے خاندانی نظام کو تباہ کرنے کی خواہش رکھنے والوں کو خوش کرنے کی کوشش ہے۔

۵: تقریباً ایک سال سے جس طرح دینی کارکنوں علما طلباء دینی مدارس خانقوں اور ہمارے مقدس مقامات کی بے حرمتی ریاستی سطح پر جاری ہے اور قانون نافذ کرنے والے اداروں میں چھپے ملک دشمن عناصر اس طرح خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کئے ہوئے ہیں جو بے گناہ کارکنوں کو فورتھ شیڈول جیسے کالے قانون کے ذریعہ بغیر کسی مقدمہ کے پابند سلاسل کیا جارہا ہے۔اور سینکڑوں کارکنوں کو ماورائے عدالت قتل کرکے ان

لاشیں ان کے گھروں میں بھیجی جارہی ہیں۔ظاہر ہے اس طرح کی فضا ملک کے دینی تشخص اور اس کے اسلامی پہچان پر ضرب کاری لگانے کی سازش ہے۔ یہ امر ہمارے لئے توجہ طلب ہے۔

۶: غازی ممتاز حسین کو راتوں رات سزائے موت دینے اور جنازے میں مسلمانوں کی والہانہ شرکت کی کوریج روکنے کے لئے حکومتی ادارے پیمرا نے جس طرح میڈیا کو پابند زنجیر کیا اور آزاد ملک کے آزاد میڈیا کا تاثر مجروح کیا اور پھر جن اداروں نے تھوڑی بہت کوریج دی انہیں مقدمات میں پھنسایا گیا، یہ اس ملک کی آزادی اور خودمختاری کے سامنے سوالیہ نشان سے کم نہیں۔

رہنمایان قوم! میں ایک دفعہ پھر ان مسائل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے حسب سابق میری دعوت کو پذیرائی بخشی، میری درخواست ہوگی کہ ٹھنڈے دل و دماغ لیکن ایمانی جذبے اور حرارت کے ساتھ تبادلہ خیال کر کے ملک و قوم کو مسائل کی دلدل سے نکالنے کی راہ ہموار کریں اور ملک کی آزادی، خودمختاری، نظریہ اور اسلامی تشخص کی حفاظت کے لئے مشترکہ جدوجہد کا طریقہ اختیار کریں اور قوم کے مظلوم اور دردمند طبقے اپنی قیادت سے بجا طور پر جو امید لگائے ہوئے ہیں اس پر پورا اترنے کا لائحہ عمل مرتب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دل و دماغ کو اپنے تائید سے نوازے۔

تمام مکاتب فکر کے قومی و دینی جماعتیں کے تحفظ اسلام کنونشن کا اعلامیہ

جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام آج مورخہ ۱۳ مارچ کو میری دعوت پر ملک و قوم کو درپیش مسائل پر غور و فکر اوران کے حل کیلئے مشترکہ لائحہ عمل مرتب کرنے کیلئے قومی قائدین زعمائے ملت اور علماء و مشائخ کا مشاورتی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں

۱۔ اس پورے پاکستان کی اسلامی دفعات بالخصوص قانون ناموس رسالت کے سلسلے میں غازی ممتاز قادری کی شہادت سے پیدا ہونے والی صورتحال

۲: پنجاب اسمبلی سے حقوق خواتین بل کی منظوری سے خاندانی نظام کی تباہی کے خدشات

۳: دہشتگردی کیخلاف جنگ کے دوران قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ناعاقبت اندیش افراد کی طرف سے مذہبی کارکنوں، دینی مدارس اور دینی غیرت کے حامل علماء خطباء ائمہ مساجد اور معزز شہریوں کو جھوٹے مقدمات اور ماورائے عدالت و قانون، ظلم اور ناانصافی و تشدد کا نشانہ بنانے کے مضمرات و نتائج

۴: حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے اقوام عالم میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے وقار کو پہنچنے والے نقصان

۵: دیگر قومی ملی وملکی مسائل پر غور کیا گیا۔

اجلاس میں قومی قائدین نے اپنی سیاسی بصیرت کے ساتھ انتہائی دردمندی سے ان مسائل کا حل تجویز کرنے اور اس کے لئے مشترکہ لائحہ عمل طے کرنے کے لئے اپنی تجاویز پیش کیں۔جن کی روشنی میں طے کیا گیا

ا: ملک وقوم کے اجتماعی مفاد کے خلاف حکومتی اقدامات کا راستہ روکنے اور اس کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنے کے لئے مستقل پلیٹ فارم کی ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا گیا

۲: غازی ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دینے کے حکومتی اقدام کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسے ریاستی جبر اور انصاف وقانون کا قتل قرار دیا گیا

۳: میڈیا کو دینی جدوجہد کی کوریج سے روکنے اور کوریج کرنے والے ذرائع ابلاغ مقدمات قائم کرنے اور ملک بھر میں دینی کارکنوں کو جھوٹے مقدمات کے ذریعہ ماورائے عدالت قتل یا پابند سلاسل کرنے کی حکومتی روش کی شدید مذمت کی گئی۔نیز ممتاز قادری کو سزائے موت اوران کے جنازے کی کوریج کو روکنے کا حکم دینے پر پیمرا کے چیئرمین کو برطرف کرنے کا مطالبہ کیا گیا ،اجلاس میں میڈیا پر اس سلسلہ میں پابندی اور اظہار رائے کی رکاوٹ کو میڈیا کا قتل قرار دیا گیا۔

۴: پنجاب حکومت کی طرف سے خاندانی نظام کو تباہ کرنے ،خاوند بیوی کے درمیان تصادم کی فضاء پیدا کرنے اور فحاشی وعریانی کو فروغ دینے والے قانون کو فوراً ختم کرانے اور خواتین کو ان کے شرعی اور قانونی حقوق دلانے کے لئے آواز بلند کرنے کی ضرورت کو محسوس کیا گیا۔

۵: اجلاس میں عافیہ صدیقی جیسی اسلام کی بیٹی کو نظرانداز کرنے پر بھی حکومت پر کڑی تنقید کی گئی،اوراس کی رہائی کے لئے آواز بلند کرنے کا عزم کیا گیا۔

۶: اجلاس میں توہین رسالت کی مرتکب ملعونہ آسیہ کو عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائے جانے کے باوجود اس پر عمل درآمد کو روکے رکھنا اور عاشق رسولؐ ممتاز حسین قادری کو سزائے موت دے دینا عشق مصطفیؐ کے جذبوں پر حملہ قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ ملعونہ آسیہ کو فوراً سزائے موت دی جائے۔

اور متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ اجلاس میں شریک مذہبی اور سیاسی جماعتون کے نمائندوں پر مشتمل ایک رابطہ کمیٹی قائم کی گئی۔

یہ کمیٹی فوری طور پر اپنی سفارشات کو حتمی شکل دے گی اور ان پر غور وفیصلہ کے لئے قائدین کا اجلاس بہت جلد اسلام آباد میں منعقد ہوگا۔

۲۔ قائدین نے بجا طور پر محسوس کیا کہ عدلیہ سمیت کوئی ادارہ خود مختار اور آزاد نہیں ہے پھر بھی اعلیٰ عدلیہ سے انصاف اور قانون کی عملداری کے لئے امید رکھی جاسکتی ہے۔ لہٰذا درج بالا دونوں اہم معاملات پر عدالت عالیہ سے رجوع کیا جائے گا اور درخواست کی جائے گی کہ آئین پاکستان کی رو کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں حکومت کو قانون سازی کا پابند بنایا جائے۔

ایرانی صدر ڈاکٹر روحانی کی پاکستان آمد پر مولانا سمیع الحق مدظلہ کا خطاب اور مشورے

۲۶ ر مارچ کو ایرانی صدر پروفیسر ڈاکٹر حسن روحانی پاکستان کے دو روزہ دورہ کے لئے ۲۷ مارچ کے ظہر واپسی سے قبل انہوں نے اسلام آباد میں پاکستان کے علماء ومشائخ اور دیگر اہم شعبوں کے شخصیات سے ملاقات کی ایرانی سفارتخانہ کی خصوصی دعوت اور خواہش پر مولانا سمیع الحق نے بھی اس تقریب میں شرکت کی، وقت کی کمی کے بناء پر منتظمین تقریب نے صدر ایران کے خطاب سے پہلے مولانا سمیع الحق کو پورے مجمع اور اداروں کی طرف سے مختصر خطاب اور خیر مقدم کہنے کی دعوت دی مولانا نے دو چار منٹ خطاب فرمایا۔ جسے صاحبزادہ اسامہ سمیع نے ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے نقل کیا۔ (مدیر)

عالی مرتبت معزز مہمان ڈاکٹر روحانی صاحب! صدر اسلامی جمہوریہ ایران اور دیگر معزز شرکاء وفد مہمانان گرامی!

میں دل کی گہرائیوں سے ان تمام معزز حاضرین اور جمعیۃ علماء اسلام اور شخصیات کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ کے پاکستان آمد پر صمیم قلب سے خوش آمدید کہتا ہوں۔

ظہور اسلام کے بعد عہد صحابہ سے تعلق برصغیر پاک وہند سے ایران کا تعلق قائم ہوا اور الحمد للہ کہ یہاں علم فن وثقافت اور علوم عربیہ دینیہ سب خراسان اور ایران کے ذریعہ پاکستان کو آئے اس لحاظ سے آپ ہم برصغیر کے مسلمانوں کے محسن ہیں کہ آپ نے ہمارے ملک کے اسلامی ثقافتی بنیادوں میں اساسی حصہ ڈالا۔ اور شاعر نے کہا ہے......

نشہ در بادہ گہر در صدف و بو در گل آنچناں لطف ندارند کہ تو در خانہ ما

اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت امت مسلمہ کو جو چیلنجز درپیش ہے وہ وحدت ہے، وحدت امت اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے مخالفین سب متحد ہو چکے ہیں، امت مسلمہ کے خلاف ،اور وہ سب اس نقطہ پر متفق ہیں تو وحدت کا مقابلہ بھی وحدت سے کیا جاسکتا ہے۔

صدر محترم! آپ اس میں بنیادی کردار ادا کر سکتے ہیں اور پورے عالم اسلام کے حکمرانوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری وحدت کو نقصان پہنچانے والی کوششوں سے بچایا جا سکے اور سازشوں کو نا کام بنایا جائے ورنہ دشمن امت مسلمہ کے تقسیم پر عمل پیرا ہیں اور علاقائی، لسانی ،طبقاتی اور فرقہ واریت مسلک اور مذہب کی بنیاد پر امت کی تقسیم گویا دشمن کی کامیابی ہے، اگر عالم اسلام کے حکمران اس سازش کو ناکام بنانے کی کوشش کریں تو بڑے اچھے نتائج نکلیں گے ،ہم انفرادی طور پر چند سال قبل پاکستان میں یہ کوششیں آزما چکے ہیں کہ تمام مکاتب فکر کو ایک جگہ جمع کیا اور تمام مسالک اور فرقے ایک جگہ شیر وشکر بیٹھ گئے اور یکجہتی اور رواداری کا ماحول پیدا ہوا ۱۷ نکاتی ایک ضابطہ اخلاق پر ہمارا اتفاق ہوا جو میں نے وہاں تہران میں بھی بین الاقوامی مذاہب کانفرنسوں میں پیش کیا تو اگر کسی کی شخصی اور انفرادی کوششیں کامیاب ہوسکتی ہیں تو حکمران اس نقطہ پر پوری توجہ مرکوز کریں تو اور بھی پائیدار ثابت ہوسکتی ہے، سب سے بڑا خطرناک چیلنج ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کرانا ہے اور اس سے امت کو بچانا ہم سب کا فرض ہے، حکمران اگر اسمیں قائدانہ کردار ادا کریں تو وحدت کا یہ خواب جلد شرمندہ تعبیر ہو سکے گا، ایران کو بھی کلیدی ادا کرنا چاہئے دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں دہشگرد کہلایا جارہا ہے پوری امت اور عالم اسلام پر یہ دہشگردی مسلط کی گئی ہے اور اس کے جواب میں ہمارے حکمرانوں سمیت ہر طرف شور مچ رہا ہے کہ پوری امت مسلمہ دہشگرد ہے تو ایک گزارش میری یہ ہے کہ پورے عالم اسلام کے حکمران اس پر توجہ مرکوز کریں کہ دہشگردی کیا ہے اسکے حدود و قیود کیا ہیں؟ اسکی واضح اور غیر مبہم تعریف کیا ہے ایک بڑی طاقت نے افغانستان پر قبضہ کیا تو وہ جہاد تھا، دوسری طاقت آگئی پھر وہ ساری جدوجہد دہشگردی کہلائی گئی ہمیں اقوام متحدہ کے ذریعہ مغربی اقوام سے مطالبہ کرنا چاہئے یا خود عالم اسلام کے حکمران مل بیٹھ کر اس کی تعین کریں، کشمیر میں دہشگردی ہے یا جہاد؟ فلسطین میں دہشگردی ہے یا جہاد؟ افغانستان میں دہشگردی ہے یا جہاد؟ اور کونسی چیز جہاد اور دہشگردی میں فرق کرنے والی ہے تو میری گزارش یہی ہوگی کہ امت کو تقسیم سے بچایا جائے اللہ کرے کہ ہم عرب و عجم اور فرقوں اور لسانی اور جغرافیائی تقسیم سے بالاتر ہوکر اس تمام صورتحال کا سامنا کریں میں ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ اتنے حساس اور نازک وقت میں آپ کا پاکستان آنا بہت بروقت اور عین موقع پر آپکا آنا بہت اہم ہے اللہ آپکی آمد ہمارے لئے مبارک فرمادے۔

مولانا راشد الحق سمیع

توہین رسالتؐ ایکٹ اور غازی ممتاز قادری شہید کے حوالے سے ایک اہم تحریر

(الحق: دسمبر ۲۰۱۰ء)

صلیبیت ودہشت کا علمبردار مغرب و امریکہ گزشتہ کئی برسوں سے اسلام اور محسن انسانیت ﷺ کے خلاف ہر محاذ پر اپنی سازشیں، نفرتیں اور جنگیں لڑ رہا ہے لیکن مقامِ شکرو امتنان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے باعث ہر محاذ، ہر موڑ اور ہر گام پر ان کی تمام سازشیں اور رکاوٹیں ایک ایک کرکے ناکام و نامراد ہورہی ہیں۔ان کے تمام مُہرے' پیادے بری طرح پٹ رہے ہیں۔ لندن اور واشنگٹن میں آئے روز عیسائیت کی ناکامیوں پر "شامِ غریباں" بجتی ہے اور ویٹیکن میں پوپ بینی کٹ روز اپنی نامرادیوں کی سولی پہ چڑھتا ہے کہ مسلمانوں کے زنگ آلودہ وپژمردہ دلوں سے کیسے محمد عربی ﷺ کی محبت اور عشق کو مٹایا جائے۔ان کے دلوں سے نہ توہین آمیز خاکوں کے ذریعے عظمت رسول گھٹائی جاسکی اور نہ ہی عصر حاضر کی مغرب آلودہ زہریلی ہوا مسلمانوں کے عشق ومحبت کی فروزاں شمعوں کو بجھا سکی۔

پوپ کا توہین رسالت ایکٹ اور گورنر پنجاب کے قتل کی مذمت کے متعلق تازہ بیان بھی اس بات کی کھل کر غمازی کررہا ہے کہ ویٹیکن کے گرجے میں ماتمی دھنیں اور افسوس کے گھنٹے بجنے شروع ہوگئے ہیں۔اندازہ لگایئے! کہ پاکستانی قوم کی ذراسی بیداری اور غازی قادری کی ضرب حیدری کے گھاؤ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ سارا عالم عیسائیت امریکہ اور پوپ ان دنوں ہذیانی کیفیت سے دوچار ہیں کیونکہ ان کی نیو ملینئم کیلئے بُنی گئیں ساری سازشیں اوران کے مسلط کردہ حکمرانوں کی کوششیں ایک مردِ قلندر کے وار اور قوم کی پکار کے باعث تارِ عنکبوت ثابت ہوگئی ہیں۔

پاکستان میں قانونِ تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کے خلاف نام نہاد لبرل طبقے اور امریکہ کے پالتو حکمرانوں کے پیٹ میں وقفے وقفے سے درد اٹھتا رہتا ہے کہ کسی نہ کسی طور پر اس قانون کو ضیاء الحق کا قانون

قرار دے کر ختم کیا جائے تا کہ امریکہ اور مغرب جو تحفظ ناموس رسالت ایکٹ کو پاکستان میں اپنے عزائم کی تکمیل کیلئے بڑی رکاوٹ سمجھتے ہیں' کو خوش و راضی کیا جا سکے۔ لیکن اس سر پھری قوم کا کیا کیا جائے جو ہزاروں اختلافات اور قسم قسم کے فروعی و سیاسی و مسلکی تنازعات اور جھگڑوں میں ہر وقت بٹی رہتی ہے لیکن جب بھی ناموس رسالت ماب ﷺ کا ذکر آتا ہے تو یہ بکھری پریشاں حال اور ٹوٹی تسبیح کے دانوں کی مانند تتر بتر ملت مرحومہ کے تنِ شکستہ میں وہ قوت' حمیت' غیرت اور زندگی کی وہ توانائیاں اور ایمان کی حلاوتیں اور عشق رسول ﷺ کی لذتیں آنِ واحد میں یکجا ہو جاتی ہیں اور یہ مضبوطی میں ایک سیسہ پلائی ہوئی چٹان اور بلندیوں میں آسمان کی مانند ہو جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ایسا لشکر جرار حکمرانوں اور دنیا کے سامنے نظر آنے لگتا ہے جسکے سامنے مغرب اور عیسائیت اور تمام عصر حاضر کی استعماری قوتیں لرزہ براندام نظر آتی ہیں۔

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے ساتھ گزشتہ دنوں خود اس کے اپنے باڈی گارڈ جناب غازی ملک ممتاز قادری نے جو کچھ کیا وہ حالات و واقعات کے عین مطابق ہوا کیونکہ جس طرح گورنر پنجاب نے امریکی اور صدارتی ایماء اور نشہ اقتدار میں جھوم کر توہین رسالت ایکٹ کی مخالفت میں نہ صرف اسے کالا قانون قرار دیا (العیاذ باللہ) بلکہ اس طرح پاکستان کے متفقہ قانون اور اس کے عدالتی نظام کا تمسخر بھی بار بار اڑاتا رہا اور اس طرح اس موضوع کے حوالے سے ملک کے تمام دینی و سیاسی جماعتوں و تنظیموں کی بار بار یاد دہانیوں اور نصیحتوں کو اس نے واشگاف الفاظ میں اپنے جوتے کی نوک پر مسلنے کا اعلان بھی کرتا رہا تو قدرت نے بھی اسے ایسی بری طرح سے مَسلا کہ تاریخ میں یہ ایک عبرت کی مثال بن گیا ہے۔ گورنر پنجاب نے یہ ہلاکت 'ذلت و رسوائی کا راستہ اپنے ہاتھوں سے کھودا اور عیسائیوں کی خوشنودی' اپنے مجازی آقاؤں کی آشیر باد حاصل کرنے و اقتدار کے دوام کیلئے وہ اس حد تک چلا گیا تھا جہاں ہر قدم پر اسے قدرت اور پاکستانی عوام اور غلامان مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں نقصان پہنچنے کا قوی امکان تھا لیکن اسے کعب بن اشرف، مسیلمہ کذاب، راجپال، سلمان رشدی اور ملعونہ تسلیمہ نسرین اور (عاصیہ) آسیہ کے جہنمی قافلہ کا شریک سفر ہر حال میں بننا تھا۔ لہٰذا قدرت اور غلامان مصطفیٰ ﷺ نے بھی اس میں زیادہ دیر کرنا مناسب نہ سمجھی۔ کیونکہ مرنے سے تین دن پہلے لاہور کی ایک تقریب میں اس نے ایک طالب علم کے سوال اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِ يْنَ (الحجر:۹۵) (تیرا ہنسی مذاق اڑانے والوں کیلئے ہم خود ہی کافی ہیں) کے جواب میں کہا کہ" ٹھیک ہے جب اللہ کافی ہے تو پھر قانون رسالت کو تحفظ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دیں......" اور پھر ٹھیک تین دن بعد ہی قدرت نے تمسخر اور مخالفت کرنے والے حکمران سے خود بدلہ لے لیا کیونکہ جب خداوند جبار

وقہار کی غیرت کو للکارا جائے گا اور ناموس رسالت ﷺ کے ایکٹ پر پھبتیاں کسی جائیں گی اور ختم المرتبت محسن انسانیت حضور اقدس ﷺ کی ذات اقدس پر سزا یافتہ عیسائی مجرمہ کو ترجیح دی جائے گی عدالت اور قانون کا مذاق اڑایا جائے گا' کروڑوں ہم وطن مسلمانوں کی دل آزاری کی جائے گی اور بار بار شرانگیز بیانات کی صورت میں مسلسل اشتعال انگیزی کر کے عملی انتہا پسندی کا مظاہرہ کیا جائے گا تو اس کا حشر بھی حشر سے پہلے دنیا نے دیکھ لیا ہے۔

تو منکر قانون مکافات عمل تھا
لے دیکھ تیرا عرصہ محشر بھی یہیں ہے

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ سترہ کروڑ عوام توہین رسالت ایکٹ کے تحفظ کیلئے ممتاز قادری کے راستے پر مر مٹنے کیلئے تیار بیٹھے ہیں اور وہ ممتاز قادری کو قانونی تحفظ دینے کیلئے ایک ہیں۔ وہ اسے عہد حاضر کا غازی علم الدینؒ شہید اور عامر چیمہ شہید کے مرتبے پر فائز سمجھتے ہیں۔ پانچ سو وکلاء اسکے کیس کی پیروی کیلئے صف بستہ کھڑے ہیں کیونکہ اگر گورنر پنجاب شاتم رسول آسیہ کی حمایت میں اسلامی اور پاکستانی قوانین کی دھجیاں اڑاتا ہے اور اسکی جاں بخشی و رحم کی اپیل صدر مملکت سے کرتا ہے تو اس ''قاتل'' قادری کی حمایت' رہائی کی تحریک اور گل پاشیاں کرنا بھی کوئی جرم نہیں۔

سلام اس ذاتؐ پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے

(الحق: اداریہ: ماہ دسمبر ۲۰۱۰ء)

نوٹ: ماہنامہ الحق کی آئندہ ماہ خصوصی اشاعت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید شیر علی شاہ مدنی

حیات و خدمات نمبر

الحمدللہ عالم اسلام کے عظیم مفسر اور دارالعلوم حقانیہ کے جید شیخ الحدیث کی حیات و خدمات پر آئندہ ماہ ایک عظیم الشان خصوصی نمبر منصۂ شہود پر جلوہ افروز ہو رہا ہے، جس میں حضرت شیخ مرحوم کی حیات و خدمات، علم و فضل، حق گوئی و بیباکی، تصنیفی و تالیفی کاوشیں، جہادی دعوتی تدریسی کارنامے، ذوق شعر و ادب، رد فرق باطلہ، سیاسی جد وجہد وغیرہ کے وقیع عنوانات پر مبنی ہے۔ پاکستان اور بیرون ملک کے اصحاب علم و دانش اور ارباب قلم کے حضرت شیخ کو خراج عقیدت پر بہترین تاریخی، سیاسی اور مذہبی دستاویز کا مجموعہ ہے۔ قارئین الحق اس کے حصول کے لئے ابھی سے ناظم الحق سے رابطہ فرمائیں۔

(قسط ۴۵)   مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی۔

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۷۵-۱۹۷۴ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ' تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ' مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

اکابر علماء ومشائخ کی جدائی پر تعزیت

دارالعلوم کے بعض اہم ارکین معاونین اور ملک کی علمی ودینی شخصیتوں کی وفات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث (مولانا عبدالحقؒ) نے ان کی عظیم خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور اجلاس میں باقاعدہ طور پر فاتحہ خوانی کے بعد دعائے مغفرت کی گئی مرحومین میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ۱: حضرت مولانا میاں مسرت شاہ کاکا خیلؒ صدر مجلس شوریٰ۔۲:حضرت علامہ مولانا عبدالمالک صاحب صدیقیؒ خانپوال۔۳:حضرت علامہ مولانا عبدالحق نافع سابق استاد دارالعلوم دیوبند۔۴:حضرت علامہ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ۔۵:مولانا شمس الدین شہید بلوچستان (جو دارالعلوم میں بھی زیر تعلیم رہے)۶:اہلیہ محترمہ قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند۔۷:مولانا دوست محمد صاحب قریشیؒ۔۸:دارالعلوم کے دو نوجوان طلبہ مولوی صفۃ الرحیم دیروی شہید مولوی شاہ عالم وزیرستانی۔۹:مولانا خیر محمد کی مہاجر مکہ مکرمہ۔۱۰:مولانا مسعود آزاد۔۱۱:مولانا عبدالمنان دہلوی مرحوم

سالانہ آمد وخرچ مہمان خانہ کی تعمیر اور دار الحفظ کے لئے قطعہ اراضی خریدنا

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے بجٹ کے ضمن میں فرمایا کہ سال ۱۳۹۳ھ میں دارالعلوم کو دولاکھ پچیس ہزار پانچسو اٹھاون روپے اکہتر پیسے کی آمدنی ہوئی اور تمام شعبوں پر دولاکھ چوبیس ہزار ایک سوتیس روپے ستاسی پیسے خرچ ہوئے۔ سال رواں ۱۳۹۴ء کے لئے آپ نے دولاکھ پچاسی ہزار ایک سوتیس روپے کا میزانیہ پیش کیا جس میں اکتالیس ہزار پانچ سو پندرہ روپے ستاون پیسے کے خسارہ کے باوجود مجلس شوریٰ نے توکلا علی اللہ اہل خیر کی متوقع امداد کے پیش نظر منظوری دی ارکان شوریٰ نے بجٹ پر تقریریں کرتے ہوئے شعبہ تبلیغ، تجوید وقرأت اور عربی تحریر وتقریر اور طلبہ کو فنی تعلیم کے شعبوں کے قیام اور ترقی دینے پر زور دیا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے شعبہ حفظ وتجوید، کتب خانہ دار المطالعہ اور دار التصنیف اور طلبہ کی رہائش گاہوں کی تعمیر کی ضرورت پر زور دیا انہوں نے کہا کہ سال گزشتہ ایک مہمان خانہ کی تعمیر ہوئی جو مکمل ہونے کے قریب ہے اور دار التجوید والحفظ کی تعمیر کے لئے دارالعلوم کے مغرب میں دو کنال زمین خریدی گئی ارکان نے دارالعلوم کی تعلیمی وانتظامی ترقیات پر نہایت خوشی کا اظہار کیا نیز اسمبلی اور اسمبلی سے باہر دارالعلوم اور ماہنامہ الحق کی خدمات پر اطمینان کا اظہار کیا صاحبزادہ الحاج عطاء محمد خان مرحوم مالک موٹل ہوٹل راولپنڈی نے کتب خانہ کی تعمیر کی مد میں پانچ ہزار روپے اور تعلیمی مد میں ایک ہزار چار روپے چندہ دیا۔

نئے تعلیمی سال کا افتتاح

۲۱ شوال ۱۳۹۴ھ بروز بدھ: دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا افتتاح تلاوت کلام پاک اور حضرت والد ماجد شیخ الحدیث صاحب کے درس ترمذی کے آغاز سے ہوا دارالحدیث میں اس موقع پر علم کی فضیلت علماء کی ذمہ داریاں حالات حاضرہ کے تقاضے اور علماء کے نازک فرائض پر مفصل تقریر کی اور طلبہ کو نئے سال کیلئے تعلیمی ہدایات دیں۔

☆ رواں ماہ حضرت شیخ الحدیث نے جامعہ اشرفیہ پشاور کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی۔

۱۰ نومبر ۱۹۷۴ء کو مدرسہ مدنیہ کیملپور اور ۱۷ نومبر کو جامعہ اسلامیہ راولپنڈی صدر کے تعلیمی سال کا افتتاح فرمایا

شاہ فیصل مرحوم کی شہادت پر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی تعزیت

مئی ۱۹۷۵ء : عالم اسلام کے مایہ ناز رہنما الامام الشہید رائد التضامن الاسلامی مرحوم شاہ فیصلؒ کی خبر شہادت ملتے ہی دارالعلوم میں حیرت اور سراسیمگی پھیل گئی ہر شخص عالم اسلام کے اس فرزند جلیل کی یکا یک جدائی پر مجسم حزن وملال بنا ہوا تھا طلبہ واساتذہ نے مل کر ایصال ثواب کیا دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت شیخ الحدیث والد مدظلہ نے ایک تعزیتی اخباری بیان میں کہا کہ:

شاہ مرحوم اپنی عظیم خدمات ،تدبر ،سیاسی سوجھ بوجھ ،علم اور دین کی عظیم الشان خدمات ،اتحاد عالم اسلام کی مساعی کے لحاظ سے تاریخ اسلام کے چند گنے چنے سلاطین اور حکام کے زمرہ میں شمار ہوں گے ،ان کی ذات عالم اسلام کے کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن گئی تھی اگر خلافتِ اسلامی کی کوئی صورت ممکن ہوسکتی تو موجودہ حالات میں شاہ مرحوم خلیفۃ المسلمین بننے کے مستحق تھے انہوں نے فرمایا کہ شاہ فیصل کی جدائی نہ صرف سیاسی طور پر بڑا نقصان ہے بلکہ علم اور دین کی خدمت دفاع اور تحفظ کے لحاظ سے بھی پورے عالم اسلام کو عظیم دھچکا لگا ہے مولانا عبدالحق نے خداوند قدوس سے دعا کی کہ ملت اسلامیہ کو مرحوم کا نعم البدل عطاء فرمائے اور ان کے جانشینوں شاہ خالد اور شہزادہ فہد کو ان کے عظیم مقاصد کی تکمیل کی توفیق دے۔

اخباری بیان کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے دارالعلوم جبکہ احقر نے ادارہ الحق کی طرف سے نئے حکمران شاہ خالد بن عبدالعزیز شہزادہ فہد اور رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکرٹری شیخ صالح القزاز جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے شیخ عبدالعزیز بن باز اور پاکستان میں مقیم سعودی سفیر کی خدمت میں مذکورہ احساسات پر مشتمل ٹیلی گرام بھی ارسال کئے جس کے جواب میں شکریہ کے ٹیلی گرام آئے ،اسلام آباد میں سعودی عرب کے سفیر محترم ریاض الخطیب نے جوابی تار میں کہا:

مرحوم محترم شاہ فیصل کی شہادت پر آپ اور پاکستانی بھائیوں کے جذبات نے مجھے بے حد متاثر کیا بلاشبہ ان کی وفات عالم اسلام کے لئے عظیم نقصان ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ بخشے۔

جناب شیخ صالح القزاز: محترم جناب مولانا عبدالحق صاحب ومولانا سمیع الحق صاحب مدیر الحق ہمارے ساتھ اس سانحہ عظیم پر آپ کے اظہار افسوس کے جذبات کا شکریہ ان کی وفات کے بعد شہزادہ فہد بن عبدالعزیز نہایت متقی انسان ہیں ان کو جناب شہید لیڈر نے وارث تخت مقرر کیا تھا خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ بخشے۔ بلاشبہ یہ ایک عظیم سانحہ ہے اور اسکی تسلی اور تسکین وتلافی صرف اس طرح ہوسکتی ہے کہ جس شخص نے ان کے بعد قیادت کی ذمہ داری اپنے کندھوں پر اٹھائی ہے وہ ایک اہل شخصیت ہے ان سے ہمیں یہ خوشگوار مستقبل جھانکتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ انشاء اللہ مملکت سعودی عربیہ پیغام اسلام کی ترویج کے لئے اپنی خصوصی حیثیت وقیادت برقرار رکھ سکے گی جس میں شہید لیڈر نے عالم اسلام کو اتحاد ،یگانگت اور سالمیت کا درس دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو مندرجہ بالا کاموں کی تکمیل کی مدد فرمادے اور اسلام کی بھلائی کی خدمات کی توفیق دے تاکہ تمام مسلمان ایک طاقت کی شکل میں ابھریں دشمنوں کو شکست فاش دیں اور بیت المقدس کو آزاد کرائیں ،اور مسلمان اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کریں۔

یادرفتگان: پچھلے ماہ ہمارے بہت سے ایسے بزرگ واحباب داغ مفارقت دے گئے جنہوں نے اپنے حیات مستعار کو دین کی فروغ واشاعت کیلئے وقف کیا تھا بالخصوص حسب ذیل حضرات جن کی جدائی پر ہم بھی انکے سوگواران کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہے اور مرحومین کے رفع درجات کے لئے دست بدعا ہیں۔

مولانا محمد زکی کیفیؒ فرزند مفتی محمد شفیع کراچی

پاکستان کے مفتی اعظم بقیۃ السلف مولانا مفتی محمد شفیع کراچی کے بڑے صاحبزادے اور ہمارے محترم دوست مولانا محمد تقی عثمانی البلاغ کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد زکی کیفی مرحوم ۱۱ محرم ۹۵ کو حجاز مقدس سے واپسی کے بعد دل کے دورہ سے رب البیت سے جاملے شاعر وفاضل، خلیق وغمگسار، باغ وبہار شخصیت، دینی علوم وفنون کی نشر واشاعت سے تعلق رہا رحمہ اللہ تعالیٰ ورضی عنہ۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان مینویؒ

۵ مارچ ۱۹۷۵ء: لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان صاحب فاضل دیوبند کا وصال ہوا، تدفین ۳ بجے ظہر ان کے آبائی گاؤں مینئی ضلع وتحصیل صوابی میں ہوئی شیخ الحدیث والد ماجد نے جنازہ پڑھایا، دارالعلوم سے طلبہ کے جم غفیر نے شرکت کی، مرحوم نے ساری عمر درس وتدریس میں گزاری تقسیم سے قبل مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ انڈیا اس کے بعد دارالعلوم چارسدہ اور پھر آخر تک مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی میں شیخ الحدیث رہے۔

عارف باللہ حضرت مولانا عتیق اللہ صاحبؒ

علاقہ بونیر ضلع سوات کے موضع ایلئی کے ایک صاحب رشد بزرگ عالم وعارف حضرت مولانا عتیق اللہ صاحب کا بھی اسی ماہ وصال ہوا، آپ شیخ وقت مولانا عبدالغفور مدنی مرحوم کے خلفاء میں سے تھے لانکپور کے جناح کالونی میں قیام رہا وفات گھر پر ہوئی پسماندہ گان میں عالم وفاضل صاحبزادے موجود ہیں دارالعلوم کے نہایت مخلص معاون اور خیر خواہ رہے۔

الحاج ملک امر الٰہی صاحبؒ رکن شوریٰ حقانیہ

دارالعلوم کے ایک نہایت مخلص ہمدرد رکن رکین جناب الحاج ملک امر الٰہی صاحب (محلہ ککی زئی اکوڑہ) کا بھی وصال ہوا عمر بھر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے جانثار ساتھی تھے پڑوسی بھی ۱۹۵۱ء میں آپکے سفر حج کے رفیق بھی، ابتداء سے دارالعلوم کے تمام کاموں میں حصہ لیا

مہتمم دارالعلوم دیوبند حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ کی دارالعلوم حقانیہ آمد

۱۸/جنوری ۱۹۷۵ء کو مدینہ منورہ سے ایک دوخطوط کے ذریعہ معلوم ہوا کہ حضرت حکیم الاسلام

مولانا قاری محمد طیب قاسمی مدظلہ، مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۲رجنوری کو براستہ کراچی سعودی عرب سے ہندوستان جارہے ہیں،اور یہ کہ پاکستان میں مختصر قیام کی اجازت کیلئے پاکستانی سفارتخانہ سے رابطہ قائم کیا گیا ہے، کچھ امیدیں تو قائم ہوگئیں مگر بظاہر ایسے حالات میں کہ نہ سفارتی تعلقات قائم ہوں،نہ آمدورفت کا سلسلہ شروع ہو چکا ہو، حضرت حکیم الاسلام مدظلہ جیسی معروف ومشہور شخصیت کو پاکستان آنے کی اجازت دونوں حکومتوں سے کیسے مل سکے گی؟ مگر قدرت نے غیبی انتظام فرمایا اور چند اہل درد دین اور علم کی محبت سے سرشار افسران کے تعاون سے یہ سارا مسئلہ آسانی سے حل ہوگیااور حضرت مدظلہ نے کئی سال کے طویل وقفہ کے بعد سرزمین پاکستان میں قدم رنجہ فرمایا۔ ہزاروں ،لاکھوں معتقدین اور محبین کیلئے یہ خبر واقعی ایک خوشگوار حیرت سے کم نہ تھی، کہ فاصلوں کے فصیل،ضابطوں اوررکاوٹوں کی سرحدات ان سب کو پھلانگ کر حضرت کی آمد کیسے ممکن ہوگئی،اللہ تعالیٰ جب چاہے تو دلوں کی دنیا کی طرح جسمانی اور مادی رکاوٹیں بھی یکا یک دور فرمادیتا ہے۔

حضرت حکیم الاسلام مدظلہ کراچی میں اعزہ واحباب سے مل کر لاہور تشریف لائے ، دوایک دن قیام تھا،مگر یہ کب ہوسکتا تھا کہ اتنی قریب آئی ہوئی نعمت سے دارالعلوم حقانیہ کے درو دیوار مشرف نہ ہوں جب کہ آج تک بمشکل ایساہوا کہ حضرت مدظلہ پاکستان آئے ہوں اور دارالعلوم حقانیہ قدم رنجہ نہ فرمایاہو،خود حضرت مدظلہ کا ارشاد تھا کہ ''میں تو اکوڑہ خٹک کا تصور لے کر ہی وہاں سے چلتا ہوں'' مگر وقت کی کمی ادھر ویزا کی مشکلات اور حضرت مدظلہ کی علالت اور ضعف ،یہ سب خدشات تھے ۔حضرت شیخ الحدیث والد محترم مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ بغرض ملاقات لاہور تشریف لے گئے،اکوڑہ خٹک کا ویزا بھی اللہ تعالیٰ نے آسان کردیا ،ادھر حضرت کی پاکستان تشریف آوری ہی سے دارالعلوم حقانیہ میں حضرت کی آمد کا غلغلہ تھا،پورا دارالعلوم سراپا شوق اور مشتاق دید بنا ہوا تھا کہ اچانک حضرت مدظلہ کے دارالعلوم آنے کا پروگرام طے ہوگیا،وقت کی کمی کی وجہ سے بروقت لوگوں کو اطلاع نہ دی جاسکی۔صرف اخباری اطلاع دی گئی۔اتوار ۲۰رمحرم الحرام پشاور ایئرپورٹ پہنچے،کئی احباب ساتھ تھے،ہوائی اڈہ پر حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے علاوہ سرحد اور پشاور کے بے شمار علماء،شرفاء اور معتقدین چشم براہ تھے،پشاور کے مقامی مدارس جامعہ اشرفیہ اور دارالعلوم سرحد کے حضرات کی خواہش تھی کہ اکوڑہ خٹک روانگی سے قبل تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے حضرت ان کے ہاں بھی جلوہ افروز ہوں،لہٰذا حضرت قاری صاحب مدظلہ ہوائی اڈہ سے کچھ دیر کیلئے دارالعلوم سرحد تشریف لے گئے،طلباء اور اساتذہ کا جم غفیر چشم براہ تھا،سپاسنامہ پیش ہوا اور حضرت نے دعا فرمائی،وہاں سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ جامعہ اشرفیہ عیدگاہ روڈ تشریف لائے،رات کا کھانا

تناول فرمایا،استقبالیہ تقریب میں مولانا محمد یوسف قریشی اور مولانا اشرف علی قریشی نے خیر مقدمی کے کلمات کہے اور پھر حضرت قاری صاحب نے علم کی فضیلت پر نہایت حکیمانہ تقریر فرمائی۔ پشاور سے چل کر رات ساڑے دس بجے دارالعلوم حقانیہ میں جلوہ افروز ہوئے،سخت سردی اور رات کا اندھیرا چھا جانے کے باوجود بھی دارالعلوم سے علماء ،اساتذہ ،طلباء اور شہر وبیرون شہر سے آئے ہوئے دیندار مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت چشم براہ تھی،نہایت والہانہ استقبال ہوا، دارالعلوم کے درودیوار حضرت نانوتوی اکابردیوبند اور حضرت حکیم الاسلام زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھے۔

حامد الحق اور راشد الحق کی رسم بسم اللہ

۲۱رمحرم ۱۳۹۵ھ دوسرے دن صبح نو بجے تک حضرت مدظلہٗ کا قیام دارالعلوم ہی میں رہا۔صبح دفتر اہتمام میں معززین کے ساتھ چائے میں شرکت فرمائی اس دوران مولانا سمیع الحق کے صاحبزادگان حامد الحق اور راشد الحق کی رسم بسم اللہ بھی فرمائی، دارالعلوم کا معائنہ فرمایا اور حسب سابق دارالعلوم کی ترقیات پر نہایت خوشی اور مسرتوں کا اظہار فرماتے رہے۔علماء، صالحین اور طلبہ و متعلقین سے ملاقات فرمائی۔

استقبالیہ تقریب سے خطاب طلبہ دورہ حدیث کو شمائل ترمذی شروع کردی

صبح واپسی سے قبل دارالعلوم کی طرف سے استقبالیہ تقریب میں شرکت فرمانے کیلئے آپ جامع مسجد دارالعلوم تشریف لے گئے،جہاں نہ صرف ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا بلکہ باہر بھی اہل علم اور دور دراز سے پہنچنے والے عشاق دیوبند کا ہجوم تھا۔تلاوت کلام پاک کے بعد جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے متعلم دارالعلوم مولوی فضل الرحمٰن ابن حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہٗ نے عقیدت ومحبت سے بھرپور سپاسنامہ پیش کیا اس کے بعد حضرت قاری صاحب مدظلہٗ نے وقت کی کمی اور جلد واپسی کی وجہ سے مختصراً رسمی خطاب فرمایا اور اختصار پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ انشاء اللہ پھر کبھی اس کی تلافی کی جائے گی،خطاب فرمانے کے بعد آپ نے طلبہ دورۂ حدیث شریف کی خواہش پر شمائل ترمذی شریف شروع کرایا اور دعا کے بعد نو بجے حضرت مدظلہٗ کو طلبہ،اساتذہ اور مشتاقان دید نے دھڑکتے دلوں کیساتھ الوداع کہا،حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ اور احقر (سمیع الحق) بھی راولپنڈی تک ساتھ گئے جہاں سے آپ عازم کراچی ہوئے،دوران قیام حضرت مدظلہٗ کے علم وحکمت سے لبریز بعض مجالس کی گفتگو بھی ریکارڈ کرلی گئی ہے۔(جو خطبات مشاہیر کی جلد اول میں شامل ہے)

دارالعلوم حقانیہ، حکیم الاسلام کی نظر میں

۲۰رمحرم ۱۳۹۵ھ دارالعلوم حقانیہ کے تاثراتی رجسٹر میں حضرت قاری صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ یہ ہیں:

نحمدہ ونصلی آج بتاریخ ۲۰ رمحرم الحرام ۱۳۹۵ھ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک میں حاضری کی سعادت میسر ہوئی، اس علاقہ میں یہ دارالعلوم روشنی کا ایک مینارہ ہے جس سے چہار طرف علوم نبوت کی روشنی پھیل رہی ہے، اسی روشنی کا مخزن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب دام ظلہ کی ذات گرامی اوران کی ذریت طیبہ ہے، یہ نسبت اس دارالعلوم کی عظمت کے لئے کافی ہے۔ آج سے تقریباً سات سال قبل بھی یہاں حاضری ہو چکی ہے۔اس مختصر سی مدت میں دارالعلوم نے جو نمایاں ترقیات کی ہیں وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔دارالعلوم بحمدللہ متدین ہاتھوں میں ہے اور مسلمانوں کی پاک کمائی اپنے صحیح مصرف میں صرف ہو رہی ہے۔حق تعالیٰ اس دینی ادارہ کو یوماً فیوماً ترقیات ظاہری وباطنی عطا فرمائے اوراس کے ذریعہ اس علاقہ میں دینی فضا پیدا فرمائے۔"

ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

سیرت النبیؐ کی تقریب میں شرکت

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۵ کو پاکستان ائیرفورس اکیڈمی رسالپور میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تقریب میں شرکت کیلئے احقر کا جانا ہوا جہاں سیرت کے موضوع پر حاضرین کے سامنے بیان کیا،

مجلس شوریٰ کا سالانہ جلسہ

دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کا بجٹ اجلاس ۳ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ کو دارالحدیث میں منعقد ہوا جس میں ملک کے مختلف حصوں سے ارکان نے شرکت کی اجلاس کی صدارت مولانا ولایت شاہ کاکا خیل خلف الرشید مولانا میاں مسرت شاہ مرحوم نے فرمائی مولانا قاری محمد امین صاحب وقاری سعید الرحمان صاحب راولپنڈی نے آغاز میں تلاوت کلام پاک فرمائی اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے نئے سال کے بجٹ رپورٹ پیش فرمائی رپورٹ کی تمہید میں آپ نے ملک کے موجودہ دینی تعلیمی حالات پر سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے دینی علوم اور مدارس عربیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

علماء ومعاونین کی تعزیت

دارالعلوم کے ان اراکین اور معاونین کے لئے دعائے مغفرت کی گئی جن کا سال رواں میں انتقال ہوا نیز علمی ودینی دنیا میں مقام رکھنے والے حضرات علم وفضل کے لئے بھی دعائے مغفرت کی گئی جن میں بعض حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔مولانا محمد میاں صاحب دہلویؒ،مولانا ظفر احمد عثانی، آغا شورش کاشمیری (چٹان)، قاضی عبدالصمد صاحب سربازی،مولانا عتیق اللہ صاحب نقشبندی،مولانا خان زادہ عبدالحق صاحب شیدو، الحاج ملک امر الٰہی صاحب اکوڑہ رکن دارالعلوم ودیگر حضرات

سالانہ آمدن وخرچ اور میزانیہ: حضرت شیخ الحدیث نے بجٹ کے ضمن میں فرمایا سال ۱۳۹۴ھ میں دارالعلوم کو تین لاکھ اکتالیس ہزار نوسو پچاسی روپے اناسی پیسے کی آمدنی ہوئی اور تمام شعبوں پر تین لاکھ آٹھ ہزار پچھتر روپے پچپن پیسے خرچ ہوئے سال رواں ۱۳۹۵ کے لیے آپ نے تین لاکھ بیاسی ہزار دوسو روپے کا میزانیہ پیش کیا جس میں موجودہ فنڈ کی رو سے ایک لاکھ چار ہزار پانچ سو چوالیس روپے ستاسٹھ پیسے کے خسارہ کے باوجود توکلاعلی اللہ متوقع آمدنی کے پیش نظر شوریٰ نے منظوری دیدی، ارکان شوریٰ نے بجٹ پر تقریریں کرتے ہوئے دارالعلوم کے تمام شعبوں کی ترقیات پر گہرے اطمینان کا اظہار کیا اجلاس میں بعض علمی ودینی منصوبوں کے قیام اور بعض شعبوں کو ترقی دینے پر بھی غور کیا۔

مصری استاد کا تقرر اور نئے تعلیمی سال کا آغاز: دارالعلوم میں اس ماہ سے جامع ازہر مصر کی طرف سے ایک استاذ شیخ عبدالوہاب منصور شاہی کا بطور عربی استاد تقرر ہوگیا ہے جو طلبہ کی عربی بحثیت مضمون لسانیات کے پڑھائیں گے دارالعلوم حقانیہ مبعوث الازہر اور جامعۃ الازھر اور حکومت مصر کا تہہ دل سے شکرگذار ہے۔

نئے تعلیمی سال کا آغاز: ۲۱ شوال سے دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا افتتاح ہوا حضرت شیخ الحدیث نے درس ترمذی کے افتتاح کے بعد علوم دینیہ کی فضیلت اور طلبہ کا مقام اور ذمہ داریوں پر تقریر فرمائی، امسال صرف دورہ حدیث شریف میں تقریباً ڈیڑھ سو طلبہ ہیں۔

واردین وصادرین

سفیر لیبیا اور گورنر سرحد کی آمد: ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ کو جمہوریہ عربیہ لیبیا کے سفیر کبیر جناب شیخ صالح السیار پشاور جاتے ہوئے کچھ دیر کیلئے دارالعلوم حقانیہ میں ٹھہرے نماز عصر کے بعد احقر نے دارالعلوم کی عمارات دفاتر وغیرہ کا سرسری معائنہ کروایا دارالعلوم میں عید الاضحیٰ کی تعطیل تھی تاہم پھر بھی کافی طلبہ موجود تھے جنہیں دیکھ کر سفیر محترم نہایت خوش ہوئے اور طلبہ بھی جناب شیخ صالح جیسے اسم بامسمی صالح اور متشرع شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے سفیر محترم نے دارلعلوم کی کتاب الآراء میں اپنے تاثرات قلمبند کرتے ہوئے لکھا کہ اس سرسری زیارت نے بھی مجھے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے کہ دارالعلوم ہر طرح کے اجلال وتقدیر کا مستحق ہے میری تمنا ہے کہ میں بہت جلد دارالعلوم میں دوبارہ آؤں اور اطمینان سے کچھ دیر ٹھہروں۔ صوبہ سرحد کے موجودہ گورنر جناب ریٹائرڈ میجر جنرل سید غواث صاحب اپنے دینی جذبات کی بناء پر حضرت والد ماجد سے دیرینہ مخلصانہ رسم وراہ اور عقیدتمندانہ تعلق رکھتے ہیں ۔۲۶ دسمبر ۱۹۷۵ء بروز جمعہ اچانک دارالعلوم تشریف لائے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا تفصیلی معائنہ کے دوران نہایت خوشی کا اظہار فرمایا تقریباً چار بجے آپ دارالعلوم سے واپس تشریف لے گئے اس سے کچھ دن قبل بھی آپ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب کی بیمار پرسی کیلئے آئے تھے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

گھریلو تنازعات کا حل
قرآن وسنت کی روشنی میں

آج کل پنجاب اسمبلی کے منظور کردہ تحفظ حقوق نسواں بل ہر جگہ زیر بحث ہے ،میاں بیوی اور دیگر معاشرتی جھگڑوں کے بارہ میں اس مضمون سے قرآن وسنت کی روشنی ملتی ہے ....(ادارہ)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (الروم:۲۱)

اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم اس کے پاس جا کر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیئے، یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔

وقال النبی ﷺ ایما امرأۃ ماتت وزوجھا عنھا راض دخلت الجنۃ (رواہ الترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا انتقال اس حالت میں ہو کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ عورت سیدھی جنت میں جائے گی۔

گھریلو تنازعات کی وجہ

محترم دوستو! آج میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور ذخیرہ حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ذکر کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس آیت اور حدیث مبارکہ کی روشنی میں میاں بیوی کے مشترکہ حقوق ،تعلق اور باہمی زندگی کے بارے میں کچھ معروضات پیش کروں۔ پہلی بات تو یہ یادرکھنی چاہیے کہ آج کل انسانوں کے درمیان جو نفرتیں پھوٹ پڑی ہیں اور ہر گھر تقریباً تنازعات اور جنگ جھگڑوں کا مرکز بنا ہوا ہے، اس کی بنیادی وجہ قرآن وحدیث سے اور اس میں تدبر وفکر کرنے سے گریز کرنا ہے۔

تنازعات ختم کیسے ہوں؟

حالانکہ اگر قرآن کریم کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھا جائے تو کوئی تنازعہ اور کوئی جھگڑا نہ رہے گا، لیکن افسوس کی بات ہے کہ ہم اپنا حق مانگتے ہیں نہ ملے تو ہر قسم کی تدبیر حصول حق کے لئے کرگزرتے ہیں خواہ ہڑتال کرنا پڑے، مظاہرہ کرنا پڑے، مہینوں تک دھرنا دینا پڑے۔ غرض کسی بھی طرح اپنا حق دوسروں کو بخشنے کے لئے تیار نہیں ہوتے لیکن جب حق دینے کا وقت آتا ہے تو پھر ہم اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔

بہر حال یہ صرف معاشرے کے دو فرد میاں بیوی نہیں بلکہ ان دونوں کے پیچھے افراد کا ایک جم غفیر ہے مثلاً دونوں کے ماں باپ، بہن بھائی، دادا دادی، نانا نانی، پھر چچا چچی، ماموں وغیرہ ایک طویل سلسلہ ہے، تو جب ان دونوں کی زندگی کی گاڑی اچھی طرح چل رہی ہو تو اس میں مذکورہ تمام افراد کی بھلائی اور سکونِ قلب ہے ورنہ مخالفت اور مخاصمت کی صورت میں تمام خاندانوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، ان کے درمیان نفرتیں جنم لیتی ہیں عداوتیں پیدا ہوتی ہیں، بالآخر قتل مقاتلے تک بات جا پہنچتی ہے پھر عدالتوں کی پریشانی میں کئی چکر کاٹنے پڑتے ہیں، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم تمام مسلمان قرآن اور سنت پر عمل پیرا ہو کر سکون اور آرام دہ زندگی گزاریں۔

تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی

میرے محترم سامعین! اس وقت سب سے زیادہ اختلافات میاں بیوی یا ان کے دونوں خاندانوں کے درمیان وقوع پذیر ہے، وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم اور احادیث نبویؐ سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں، یوں سمجھو کہ بیوی اور شوہر کی زندگی کی مثال ایک گاڑی کی سی ہے جس کے صرف یہ دو پہیہ ہے جن کی وجہ سے زندگی کی گاڑی رواں دواں ہے، اگر ایک پہیہ پنکچر ہوا تو دوسرا خود بخود بیکار ہے، دونوں کے لئے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

مرد کی حکمرانی یا نگرانی

اسلئے کہ آج کے اس بیان میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میاں بیوی کے فرائض کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے چونکہ عورت کی بنسبت مرد کو قوی الجثہ اور طاقتور پیدا فرمایا ہے۔ مرد کے قوائی جسمانی عورت کے قوائے جسمانی سے زیادہ قوی اور مضبوط ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مرد کے متعلق قوام کا

لفظ استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

الرجال قوامون علی النساء بما فضل الله بعضهم علی بعض
یعنی مرد عورتوں پر نگہبان اور انکے منتظم ہیں اس بہتری کی وجہ سے تو اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسری برتری ہے۔

بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ حاکم لفظ کے ساتھ کیا ہے، مرد حضرات عورتوں کے اوپر حاکم ہیں اس لئے بعض مرد اپنے آپ کو مطلق حکمران جانتے ہیں، اور وہ سب کچھ اپنی بیوی کے ساتھ روا رکھتے ہیں، جو ایک مطلق حکمران اپنے رعایا کے ساتھ رکھتے ہیں حالانکہ اس کا ترجمہ منتظم اور نگران کا ہے،

فرائض کی تقسیم

مطلب یہ ہے کہ کام دو طرح کے ہیں ایک اندورن خانہ اور ایک بیرون خانہ۔ اندرون خانہ کی منتظم بیوی ہے، اس کو اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر کو اندر سے کس طرح قابو کیا جائے کون سا کام کسی وقت کرنا چاہیے اور گھر سے باہر جتنے مشاغل ہیں اس کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے تو چونکہ یہ ایک فطری تقسیم ہے گھر کے باہر کے کام ذرا بھاری قسم کے ہوتے ہیں مثلاً کھیتی باڑی کرنا، ہل چلانا، دفتروں میں کام کاج کرنا، بازار سے سودا سلف لانا، ہاتھ کی مزدوری کرنا، وغیرہ سب مشکل کام ہیں، اللہ تعالیٰ نے مرد کے جسمانی توانائی کے مطابق ان سب کی ذمہ داری مرد پر ڈالی، جبکہ گھر کے اندر کے کام کچھ سہل ہیں اس لئے وہ عورت کے ذمہ لگادیئے، لیکن آج انسانیت کے عالم برداروں نے فطرت کے خلاف علم بغاوت بلند کر رکھا ہے، عورت باہر جاکر کام کاج کرتی ہے جبکہ خاوند خانہ داری کے امور سرانجام دیتا ہے، پھر آپ خود اندازہ لگائیں کہ جھگڑے اور مخالفت نہ ہوگی تو پھر ہوگا کیا۔

ازدواجی زندگی کا مقصد

آیت مذکورہ میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی ازدواجی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ زوجین ایک دوسرے سے مایوس نہ ہو اور زندگی پر سکون ہو، آپس میں محبت اور ہمدردی کے تعلقات ہوں بہت سے مرد عورتوں کے لئے اور بہت سی عورتیں مردوں کے لئے مصیبت بن جاتی ہیں۔ یہ ازدواجی مقصد کے سراسر خلاف ہیں۔ زوجین کو صبر وتحمل کا مظاہرہ کرکے اس کا تدارک کرنا چاہیے، مرد کو سوچنا چاہیے کہ عورت نے کتنی عظیم قربانی اس کی خاطر دی ہوئی ہے کہ اس نے ماں کو چھوڑا، باپ کو چھوڑا، بہن کو چھوڑا اور ایک شوہر کی ہوگئی۔ اگر معاملہ

اس کے برعکس ہوتا اور مرد سے یہ کہا جاتا کہ تمہاری شادی ہوگی لیکن اپنا خاندان چھوڑنا ہوگا، اپنے ماں باپ بہن بھائی چھوڑنے ہوں گے، تو یہ کتنا مشکل کام ہوتا کہ ایک اجنبی ماحول، اجنبی گھر، اجنبی آدمی کے ساتھ زندگی بھر نباہ وہ عورت گویا مقید ہوتی ہے، اس لئے ہم سب کو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے ارشادات کے مطابق عورت کی اس قربانی کا لحاظ کرکے اچھا سلوک کرنا چاہیے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ مرد گھر کا منتظم ہے اس لئے خاوند بیوی کیساتھ ایک طویل سفر زندگی گزارتا ہے اور گویا اس سفر کا امیر ہوتا ہے تاکہ زندگی کے اس طویل سفر میں بدنظمی اور بدمزگی کا سامنا ہو جملہ انتظامات سفر اور پالیسی امیر سفر کے تابع ہو۔

امیرِ سفر کی اطاعت

امیر سفر کے تابع ہو، اب دو ہی طریقے ہیں کہ یا تو شوہر کو امیر کاروان بنایا جائے یا عورت کو اور شوہر کو محکوم اور مامور بنایا جائے، تیسرا راستہ کوئی نہیں، اب انسانی خلقت، فطرت، قوت اور صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی اور عقل و خرد کے پیمانے سے بھی اگر سوچا جائے تو اللہ تعالیٰ بڑے بڑے مشکل کام سرانجام دینے کی جو قوت و طاقت مرد کو بخشی ہے وہ عورت کو نہیں۔ لہٰذا اس امارت اور سربراہی کا کام مرد ہی خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتا ہے، اور اس تعین کے لئے اپنی عقل سے کام لینے کی بجائے اگر اس ذات سے پوچھا جائے جس نے مرد و زن کی تخلیق کی ہے تو زیادہ بہتر اور موزوں ہوگا، وہی خوب جانتا ہے کہ کسی کو امیر اور حاکم بنایا جائے اور کس کو مامور و محکوم۔

امیر کا تصور

اس لئے جب ہم اس آیت مبارکہ ہو پر سوچتے ہیں تو ہمیں لفظ قوام ملتا ہے نہ کہ حاکم و امیر اور قوام کے معنی ہر وہ شخص جو کسی کا ذمہ دار ہو مطلب یہ کہ ذمہ دار شخص ہی بحیثیت مجموعی زندگی گزارنے کی پالیسی وہ طے کرے گا اور پھر اس پالیسی کے تحت زندگی گزاری جائے گی قوام یا قائم کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ خاوند آقا اور بیوی اسکی کنیز اور لونڈی ہے یا بیوی اسکی نوکر ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان رشتہ امیر اور مامور کا ہے اور امیر کا تصور شریعت میں یہ نہیں ہے کہ وہ تخت شاہی پر بیٹھ کر حکم چلائے بلکہ اسلام میں امیر کا تصور وہ ہے جس نے آپ " سيد القوم خادمهم " کے لفظ سے ظاہر فرمایا ہے یعنی قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے مگر آج ذہن میں جب امیر کا تصور آتا ہے تو وہ بادشاہوں حکمرانوں اور سربراہوں کی روپ میں آتا ہے جو اپنی جو اپنی رعایا کیساتھ بیٹھ جانا، بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔

میاں بیوی کا تعلق

حضرت تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ میاں بیوی کا تعلق دوستی کا تعلق ہے مردوں کو قرآن کریم کی الرجال قوامون علی النساء والی آیت بہت یاد رہتی ہے یعنی مرد عورتوں پر حکمران اور حاکم ہے اب بیٹھ کر عورتوں پر حکم چلا رہے ہیں اور ذہن میں یہ بات ہے کہ عورت ہر حال میں تابع اور محکوم ہے اسکو خاوند کا ہر حکم ماننا چاہئے لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت نازل فرمائی ہے ومن آیۃ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا " اور اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم دونوں میاں، بہو، بیوی میں ہمدردی پیدا ہو" حضرت فرماتے ہیں کہ بیشک مرد وعورت کیلئے قوام ہے لیکن باہمی تعلق دوستی جیسی ہے اسکی مثال دو دوستوں جیسا ہے جو سفر پر رواں ہوں اور ایک نے دوسرے کو سفر کا امیر بنایا ہے لہٰذا اس لحاظ سے شوہر امیر ہے کہ ساری زندگی کا فیصلہ کریگا وہ ذمہ دار ہے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ جیسے نوکروں اور غلاموں کیساتھ کیا جاتا ہے بلکہ اس کے کچھ تعلق آداب اور تقاضے ہیں ان اداب اور تقاضوں میں نازکی باتیں ہوتی ہے جن کو حاکم ہونے کے خلاف نہیں کیا جاتا۔

آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز معاشرت

بعض نادان حضرات سمجھتے ہیں کہ ہم حاکم ہیں لہٰذا ہمارا اتنا رعب ہونا چاہئے کہ ہمارا نام سن کر بیوی کانپنے لگے اور وہ بے تکلفی کیساتھ بات تک نہ کر سکے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اے عائشہ! جب تو ناراض ہوتی ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے حضرت عائشہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کو کیسے پتہ چل جاتا ہے؟ کہ میں آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹھی ہوئی ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہیں ورب ابراھیم کہ ابراہیمؑ کے رب کی قسم یعنی اس وقت تم میرا نام نہیں لیتی اور جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہے تو یوں کہتی ہے ورب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رب کی قسم اسکے ساتھ حضرت عائشہ ہنس پڑی اور کہا کہ آپ نے سچ فرمایا انی لااھجر الا اسمك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں مگر دل میں محبت اسی طرح موجزن رہتی ہے اور اسمیں کمی واقع نہیں ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی اور رفاقت کا حق اسی طرح ادا فرمایا کہ آپ کا تعلق قلبی ہر وقت ذات باری تعالیٰ کیساتھ قائم دائم تھا اور ہر وقت دل وزبان اللہ تعالیٰ کی یاد سے تر اور معطر رہتی۔

ادبی لطافتیں

لیکن بمعہ اسکے ازواج مطہرات کیساتھ دلداری اور دلجوئی اور حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ رات کے وقت حضرت عائشہ کو یمن کے گیارہ عورتوں کا قصہ سنا رہے ہیں۔ جنھوں نے اپنے شوہروں کے اوصاف اس وضاحت اور لطائف کیساتھ بیان کئے کہ ساری ادبی لطافتیں اس پر ختم ہیں ادبی لطافتوں سے بھرپور وہ سارا قصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو سنا رہے ہیں میاں بیوی اگر ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کریں تو نہ صرف خاندان بلکہ معاشرے پر اسکے برے اثرات مرتب ہونگے اتباع سنت بڑی ہی عجیب شے ہے یہ انسان کی دنیا کی بھی بنا دیتی ہے اور آخرت بھی اور زندگی کو سنوارتی ہے لیکن یہ صرف زبانی دعویٰ کرنے سے نہیں بلکہ عمل کرنے سے ہوتی ہیں

خواتین کے بارے میں آنخضرتؐ کی نصیحت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری حجۃ الوداع کے موقع پر وہ ساری باتیں چن چن کرارشاد فرمائی جن کے اندر امت کے پھسل جانے کا خطرہ تھا خطبہ تو بہت طویل ہے لیکن اس خطبے کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں وعورتوں کے باہمی حقوق بیان فرمایا ہے پھر خاص کر مردوں کو عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید فرمائی گئی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب سن لو میں تمہیں عورتوں کیساتھ ساتھ بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں، تم اس نصیحت کو قبول کرلو فانما هن عوان عندكم اسلئے کہ وہ تمہاری گھروں میں مقید ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی ایک ایسی وصف بیان فرمائی ہے کہ اگر مرد حضرات صرف اس ایک وصف پر غور کریں تو ان کو کبھی بھی ان کے ساتھ بدسلوکی کا خیال نہ آئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے فرمایا: ليس تملكون منهن شيئا غير ذلك یعنی تمہیں ان پر صرف اتنا حق حاصل ہے کہ وہ تمہارے گھر میں رہیں اس کے علاوہ شرعا ان پر تمہارا کوئی مطالبہ نہیں۔

حقوق شوہر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز ادا یہ تھا کہ ہر شخص کو اسکی فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں پس جب شوہر کو مخاطب کرتا ہے تو ساری باتیں بیوی کے حقوق کے بارے میں کردیتا ہے اور جب عورت کو خطاب کردیتا ہے تو ساری باتیں مرد کے حقوق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں عورت کو سمجھنا چاہئے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ قابل احترام اور سب سے زیادہ قابل محبت ہستی روئے زمین پر اس کا شوہر ہے عورت جب یہ بات نہیں سمجھے گی شوہر کے حقوق صحیح طور پر ادا نہیں کرسکتی نہ شوہر اپنی بیوی کی حقوق شریعت کے مطابق ادا کرسکتے ہیں

آزادی نسواں اور جدید تہذیب

لیکن آج کل معاملہ سارا الٹ گیا ہے آج کی روشن خیالی اور جدید تہذیب کی سوچ یہ ہے کہ عورت کا گھر میں بیٹھنا اور گھر کا کام کاج تو رجعت پسندی دقیانوسیت اور پرانہ طریقہ ہے اور گویا عورت کیلئے گھر جیل خانہ ہیں یہ عورت کیساتھ سراسر ظلم اور زیادتی ہے لیکن اگر وہی عورت نیم برہنہ ہوکر ہوائی جہاز میں ائیر ہوسٹس بن کر تین چار سو اجنبیوں کو کھانا کھلائے اور ان کے سامنے ٹرے سجا کر جائے اور ان سب مردوں کے ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بنے اس خدمت کا نام جدید تہذیب میں آزادی ہے جس کیلئے انجمنیں بنتے ہیں تنظیمیں وجود میں آتی ہیں آزادی نسواں کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے لیکن دوسری طرف اگر یہ کمزور اور ناتواں اور بے سہارا عورت گھر میں اپنے شوہر اپنے بچوں اور اپنے بہن بھائیوں کیلئے یہ خدمت انجام دے تو اس کا نام دقیانوسیت رکھے ترقی کے راہ میں رکاوٹ جانتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو عزت کا ایک بلند مقام دیا ہے کہ وہ گھر میں رہے اپنے رب کی عبادت کریں اور خاوند کی اطاعت کریں اور اپنے بچوں کی تربیت کرے اب جو چاہے عزت کی مقام کو اختیار کرے اور جو چاہے ذلت کے مقام کو اختیار کرے جو ہم سب کے سامنے ہے۔

شوہر کی خوشنودگی ذریعہء دخول جنت

آخری بات جو حدیث شریف میں ذکر کی تھی

عن ام سلمةؓ قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ایما ء امرأة ماتت و زوجها راضٍ عنها دخلت الجنة (رواه الترمذی)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ سیدھی جنت میں جائے گی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جب عورت پانچویں نمازیں پابندی سے پڑے اور رمضان شریف کے روزے رکھے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے پس وہ جنت کے جس دروازے سے چاہیں اسمیں داخل ہوجائیں ۔ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا تو جس دروازے سے چاہتی ہو جنت میں داخل ہوجاؤ۔ بہر حال اب وقت ختم ہوچکا ہے لہٰذا کچھ گزارشات آئندہ موقع پر عرض کرنے کی کوشش کرونگا۔ رب کائنات ہم سب کو صحیح طریقے کے مطابق دین اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

قسط دوم

حضرت مولانا نور محمد ثاقب حقانی٭

اُصولِ حدیث

علم اُصولِ حدیث کی اقسام وانواع

اَلحَمْدُ لِلّٰہِ الحيّ القیّومِ الّذی لا یبید و لا یفنٰی ، الخالقِ البارئِ المصوّرِ له الأسماء الحُسنٰی ، و الصّلوٰة و السّلام علی محمّدٍ عبدِهٖ و أمینِهٖ المجتبٰی ، و رسولِه المبعوثِ الی کافّة الورٰی ، و علٰی آلِهٖ و أصحابِهٖ مصابیحِ الدُّجٰی و مفاتیحِ الهُدٰی۔

امّا بعد! بندہ نے اُصولِ حدیث کے سلسلۂ مضامین میں اِس سے پہلی قسط میں علمِ اُصولِ حدیث کی اقسام وانواع کو شمار کر کے ذکر کیا تھا، اَب اُن اقسام میں سے ہر ایک کی تعریف، اہمیت وضرورت، مثال اور اجمالی اقسام کا بیان شروع کرتے ہیں۔ فنقول و باللّٰہ التوفیق:

النّوع الأوّل (۱) معرفةُ مَن تُقبل روایتهٗ و مَن تُردّ:

علوم الحدیث میں اِس نوع کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ اِس میں راوی کی شروط بیان کی جاتی ہیں جس کی حدیث کو قبول کر کے اُس کے ذریعے استدلال کیا جاتا ہے یا اُسے رد کر کے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

صفات القبول:

صفاتِ قبول کی تعداد کے بارے میں علماء کی عبارات مختلف ہیں، بعض کم اور بعض زیادہ بتاتے ہیں۔ علامہ ابوعمرو بن الصلاح نے اِن خصال وصفات کو جمع کر کے فرمایا ہے: أجمع جماهیر أئمة الحدیث و الفقه علی أنّهٗ یشترط فیمن یحتجّ بروایتهٖ أن یکون عدلًا ضابطًا لما یروی.

’’ جمہور ائمۂ حدیث وفقہ نے اِس بات پر اجماع کیا ہے کہ جس راوی کی روایت پر استدلال کیا جاتا ہے تو شرط یہ ہے کہ وہ عادل اور اُس روایت کو ضبط کرنے والا ہو‘‘

اِس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ مسلمان ، بالغ ، عاقل ، اسبابِ فسق اور خلافِ مروّت اُمور سے محفوظ ہو۔ بیدار مغز ہو، غافل نہ ہو۔ اگر اپنے حافظہ سے بیان کرتا ہو تو خوب یاد ہو، اگر کتاب سے بیان کرتا ہو تو

٭ سابق قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) سپریم کورٹ آف افغانستان، و سابق رئیس دار الافتاء المرکزیہ افغانستان، فاضل دار العلوم حقانیہ

اُس پر خوب عبور حاصل ہو اور اگر روایت بالمعنی کرتا ہے تو علاوہ ازیں، شرط یہ ہے کہ وہ بغیر کسی تغییر کے حدیث کے معنی ومفہوم کے ادا کرنے کو جانتا ہو۔ (علوم الحدیث لابن الصّلاح) و ھکذا فی (جواھر الأصول فی علم حدیث الرّسول لأبی الفیض محمّد بن علیّ الفارسی الحنفی)

مذکورہ صفات اور اِن کے علاوہ دیگر صفات، جن کو علماء کرام نے ذکر کیا ہے، اِن میں تامل کرنے سے ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ تمام صفات دو صفات کو راجع ہوتی ہیں، جن کو ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے کہ وہ ''عدالت اور ضبط'' ہیں۔

العدالة:

یہ ایک ایسا ملکہ ہے جو کہ آدمی کو تقویٰ پر، باطنی میل کچیل سے اور لوگوں کے نزدیک خلافِ مروّت اُمور سے اجتناب کرنے پر اُبھارتا ہے اور اِس میں مندرجہ ذیل اُمور شرط ہیں:

۱۔اسلام ۲۔بلوغ ۳۔عقل ۴۔تقویٰ ۵۔مروّت سے آراستہ ہونا اور اِس میں خلل پیدا کرنے والی باتوں کو چھوڑنا

الضبط:

ضبط یہ ہے کہ راوی بیدار مغز ہو، غافل نہ ہو۔ اگر اپنے حافظہ سے حدیث بیان کیا ہو تو وہ خوب یاد ہو، اگر کتاب سے بیان کیا ہو تو اُس پر خوب عبور حاصل ہو اور اگر روایت بالمعنی کرتا ہو تو علاوہ ازیں، شرط یہ ہے کہ وہ حدیث کے معنی ومفہوم کو بغیر کسی تغییر کے ادا کرنے کو جانتا ہو۔

صفات الردّ : یہ دو قسم پر ہیں : (۱) ما تُخِلُّ بالعدالة (۲) ما تُخِلُّ بالضبط

ما تُخِلُّ بالعدالة : عدالت میں خلل ڈالنے والی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔کافر راوی کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔ ۲۔بچے کی روایت قبول نہیں کی جائیگی

۳۔مجنون (دیوانے) کی روایت قبول نہیں کی جائیگی ۴۔فاسق کی روایت قبول نہیں کی جائیگی۔

۵۔اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جس نے قصداً رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھا ہو، اگر چہ بعد میں اِس سے توبہ بھی کیا ہو۔

ما تُخِلُّ بالضبط : ضبط میں خلل ڈالنے والی صفات مندرجہ ذیل ہیں:

۶۔اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو تلقین فی الحدیث میں معروف ہو، اور تلقین اِس کو کہتے ہیں کہ اُس پر وہ حدیث پیش کی جائے جو اُس کی مرویات میں سے نہ ہو اور اُس سے کہا جائے کہ یہ آپ کی

روایت سے ہےتو وہ اُسے قبول کرے اور اُسے تمیز نہ کر سکے، اور یہ اس لئے کہ اُس میں ذہانت نہیں ہوتی اور بیداری نہیں رکھتا۔ اس وجہ سے اُس کی حدیث مقبول نہیں۔

۷۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائیگی جس کی شاذ روایتیں یعنی مخالفات اور مناکیر زیادہ ہوں۔

۸۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائے گی جو روایات میں کثرتِ سہو سے معروف ہو، بشرطیکہ اصل صحیح مکتوب سے حدیث بیان نہ کرے کیونکہ کثرتِ سہو، سوء حفظ یا ذہانت سے محرومی پر دلالت کرتی ہے، اس لئے راوی ضبط سے موصوف نہیں ہوگا۔

۹۔ اُس شخص کی روایت قبول نہیں کی جائیگی جو اپنے اُس نسخہ میں تساہل برتتا ہے جس سے وہ روایت کرتا ہے، اگر وہ کتاب سے حدیث بیان کرے، مثلاً ایک شخص کسی غیر صحیح اصل سے حدیث بیان کرتا ہے یعنی اُس کتاب یا مکتوب سے، جو مصنفین سے بسند صحیح حاصل شدہ اُصول مسموعہ کیساتھ اُسے نہیں دیکھتا اور مقابلہ نہیں کرتا۔

تساهل المتأخرين فى شروط الرّاوى:

محدّثین حضرات نے اِن شرائط کو پوری امانت اور دقت کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے اور اُنہوں نے راوی کی حدیث میں مضبوطی اور اُس پر اعتماد کرنے کے لئے رجال سے کلام کرتے وقت اُن کے تمام احوال بیان کئے ہیں۔ یہاں تک کہ تدوین حدیث کا زمانہ آیا تو احادیث مصنفات، مسانید، جوامع، معاجم اور اجزاء کی شکل میں مدوّن کی گئیں اور یہ مؤلفات ان کے مولفین سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کی گئیں جس طرح ایک حدیث نقل کی جاتی ہے، حتّی کہ ہر کتاب کے بہت سے نسخے بن گئے اور متواتر طریقے سے اطرافِ عالم میں شائع ہوگئے۔ پس اُس وقت اِن نسخ منقولہ پر اعتماد قائم ہوگیا درآنحالیکہ اِن کی سند مولفین تک پہنچتی ہے اور یہ نسخے راویوں کے قائم مقام بن گئے، تو علماء نے راوی کی بعض شرائط میں تساہل اختیار کیا اور راوی کے عادل ہونے، حسن رعایت اور ضبط کتاب کی اہلیت پر اکتفا کیا۔ اور امام ابن الصلاح نے اِس کو ظاہر و واضح کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

أعرض النّاس فى هذه الأعصار المتأخرة عن اعتبار مجموع ما بيّنا من الشروط فى رُواة الحديث و مشائخه فلم يتقيّدوا بها فى رواياتهم ، لتعذر الوفاء بذلك على نحو ما تقدّم أو كان عليه مَن تقدّم و وجهُ ذلك ما قدّمناه أوّلَ كتابنا هذا من كون المقصود آل آخرًا الى المحافظة على خصيصة هذه الأمّة فى الأسانيد و المحاذرة من انقطاع سلسلتها. فليُعتبر من الشروط المذكورة ما يليق بهذا الغرض على تجرّده ، و ليُكتف فى أهليّة الشّيخ بكونه مسلمًا ، بالغًا ، عاقلًا ، غير متظاهرٍ

بالفسق و السّخف . و فی ضبطہ بوجود سماعہ مثبتًا بخطٍ غیر متّھم و بروایتہ مِن أصلٍ موافقٍ لأصل شیخہ... و وجہ ذلك بِأنّ الأحادیث الّتی قد صحّت أو وقفت بین الصحّۃ و السّقم قد دُوِّنَت و کُتِبَت فی الجوامع الّتی جَمَعَھا أئمّۃ الحدیث، و لا یجوز أن یذھب شیٔ منھا علٰی جمیعھم...لِضمان صاحب الشریعۃ حفظھا. قال البیھقیّ: فمَن جاء الیومَ بِحدیثٍ لا یوجد عند جمیعھم لم یقبل منہ ، و من جاء بِحدیثٍ معروفٍ عندھم ، فالّذی یرویہ لا ینفرد بروایتہ ، و الحجّۃ قائمۃ بِحدیثہ بروایۃ غیرہ ، و القصد من روایتہ و السّماع منہ أن یصیر الحدیث مسلسلًا " بِحدّثنا و أخبرنا " و تبقٰی ھذہ الکرامۃ الّتی خُصّت بھا ھذہ الأمّۃ شرفًا لِنبیّنا المصطفٰی ﷺ (علوم الحدیث لابن الصّلاح)

النّوع الثّانی (۲) علم الجرح و التّعدیل:

الجرح عند المحدّثین : محدّثین کے نزدیک جرح ،حدیث کے راوی میں اُس چیز کے ساتھ طعن کرنا ہے جو اُس کی عدالت وضبط کوختم کردے یا اُس میں نقصان پیدا کردے۔

التعدیل : تعدیل اِس کا عکس ہے اور یہ راوی کا تزکیہ کرنا ہے اور اُس پر اِس کا حکم کرنا ہے کہ وہ عادل یا ضابط ہے۔

و علم الجرح و التّعدیل علمٌ یبحث عن الرُّواۃ من حیث ما وَرَد فی شأنھم ممّا یشینھم أو یزکّیھم بألفاظٍ مخصوصۃ

اور یہ علم ،رجالِ روایت کی میزان ہے۔ اگر راوی کا پلّہ وزنی ہوجائے تو مقبول ہے اور اگر اُس کا وزن کم ہوجائے تو متروک ہے، اور اسی علم کے ساتھ ہم اُس راوی کو پہچان لیتے ہیں جس کی حدیث مقبول ہو۔ اور اُس کے ،اور جس کی حدیث مقبول نہ ہو، کے درمیان تمیز کرتے ہیں ،اور اس وجہ سے علماء حدیث نے اس علم کی طرف پوری توجہ فرمائی اور اس میں انتہائی کوشش صرف کی۔

مشروعیّۃ الجرح و التّعدیل : جرح وتعدیل کی مشروعیت بلکہ اِس کی طرف حاجت پیش آنے کی وجہ سے اس کے وجوب پر علماء کا اجماع منعقد ہوا ہے۔ اور جرح میں غیبت کا ارتکاب نہیں ہوتا بلکہ اس میں سنت کی حفاظت اور غیر سنت سے اس کی صیانت ہے، اور اس میں صحیح سے ضعیف اور مقبول سے مردود کی تمیز کا بیان ہے۔ اور اِن سب سے علماء کا انتہائی مقصود، پوری امانت داری اور اخلاص کے ساتھ حق کا بیان کرنا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سونے اور چاندی کی امانت کی حفاظت سے کہیں زیادہ حدیث کی امانت کی حفاظت ضروری ہے۔ تو اُن کے درمیان یہ عبارت بار بار گردش کرگئی " انّما ھی تأدیۃ ، انّما ھی أمانۃ "

بعض صوفیائے کرام نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے کہا: أ تغتابُ؟ کیا آپ غیبت کرتے ہیں؟ فرمایا: چپ ہوجاؤ، جب ہم وضاحت نہیں کریں گے تو حق اور باطل کا پتہ کیسے چلے گا۔

ابوتراب النخشی الزاهد نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عرض کیا: یاشیخ ! لا تغتب العلماء اے شیخ! علماء کی غیبت نہ کرو،تو امام احمدؒ نے اُس سے فرمایا:ویحك ! هذا نصیحةٌ ، لیس هذا غیبةٌ کہ تیرا بھلا ہو، یہ خیرخواہی ہے، یہ غیبت نہیں ہے۔

ابوبکر بن خلاّد نے یحیی بن سعید سے فرمایا: أما تخشی أن یکون هٰؤلاء الّذین ترکتَ حدیثهم خصمآءَ ك عند اللّٰه؟ کیا تو اِس بات سے نہیں ڈرتا کہ جن لوگوں کی حدیث کوآپ نے چھوڑ دیا ہے یہ اللہ کے سامنے تیرے مقابل بن جائیں گے؟! تو آپ نے فرمایا:لأن یکونوا خصمائی أحبُّ اِلیّ من أن یکون خصمی رسولُ اللّٰه ﷺ، یقول: لِمَ لَمْ تَذُبّ عن حدیثی؟! کہ مجھے یہ بات البتہ پسند ہے کہ وہ میرے مقابل بن جائیں اِس سے ، کہ رسول اللہ ﷺ میرے مقابل آجائیں اور یہ فرمائیں کہ تو نے میری حدیث سے جھوٹ کو کیوں دفع نہیں کیا؟!(الکفایة ، و الجامع لِأخلاق الرّاوی للخطیب ، و أصول الحدیث : علومه و مصطلحه للدّکتور محمّد عجاج ، و منهج النقد فی علوم الحدیث للدکتور نورالدّین عِتر)

اور اگر علمائے نقادین اِس بارے میں عدالت رُوات کی تحقیق اور اُن کے حافظہ اور بیداری کے امتحان لینے میں کوشش صرف نہ کرتے ، حتّی کہ اِس باب میں اُنہوں نے اسفار کیے اور مشقتیں اُٹھائیں پھر لوگوں کی کذابین، ضعفاء اور مخلطین سے تحذیر فرمائی ،تو اسلام کا معاملہ مشتبہ بن جاتا اور زنادقہ کا تسلط ہوجاتا اور دجالین پیدا ہوجاتے۔

شروط الجارح و المُعدِّل:

جارح اور معدّل میں ایسی صفات بہت زیادہ ہونی چاہئیں کہ اُس کے حکم کو باانصاف اور راوی کے حال کو واضح کردے،اور وہ صفات یہ ہیں:

۱۔ جارح اور معدّل کیلئے علم ،تقویٰ ، ورع وصدق شرط ہیں کیونکہ اگر وہ اِس پوزیشن میں نہ ہوتو وہ جرح و تعدیل کیساتھ دوسروں پر کیسے حکم کرے گا حالانکہ وہ خود دائمی طور پر اپنی عدالت ثابت کرنے کامحتاج ہے!! اور ضروری ہے کہ جرح وتعدیل اُسی شخص کی مقبول ہو جو عادل ،متیقظ یعنی ایسی بیداری کا مالک ہو جو اُس کیلئے غور وفکر کرنے اور اُن روایات کے ضبط پر باعث ہو جو اُس سے صادر ہوتی ہیں (شرح نخبة الفکر للحافظ ابن حجر ، و شرح الشّرح للعلّامة علیّ القاری الهروی الحنفی)

۲۔ اسبابِ جرح و تعدیل کو جانتا ہو۔ حافظ ابن حجر نے شرح نخبہ میں فرمایا ہے: " و تُقْبَلُ التزكية مِن عَارِفٍ بِأسبابها، لامن غير عارفٍ لئلّا يُزَكِّي بمجرد ما يظهر له ابتداءً من غير مُمَارَسَةٍ و اختبار "
۳۔ کلامِ عرب کے استعمالات پر عالم ہو، لفظ کو اُس کے غیر معنی میں استعمال نہ کرتا ہو اور کسی ایسے لفظ کے نقل کرنے سے جرح نہ کرتا ہو جو لفظِ جرح نہ ہو۔ اور لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب " الرّفع و التكميل فی الجرح و التّعديل " میں فرمایا ہے:" يجب عليك أن لّا تبادر الى الحكم بجرح الرّاوی بوجود حكمهٖ من بعض أهل الجرح و التّعديل ، بل يَلْزَمُ عليك أن تُنَقِّح الأمرَ فيه ، فانّ الأمر ذو خَطَرٍ و تهويلٍ و لا يحلّ لك أن تأخذ بقول كلّ جارح فی أیّ راوٍ كان ، و ان كان ذالك الجارح من الأئمّة ، أو من مشهوری علماء الأمّة . فكثيرًا مَا يُوْجَدُ أمرٌ يكون مانعًا من قبول جَرْحهٖ و حينئذٍ يُحْكَمُ بِردِّ جرحهٖ ، و لهٗ صُوَرٌ كثيرة لا تخفٰى على مَهَرة كتب الشّريعة

فمنها: أن يّكون الجارح فی نفسهٖ مجروحًا ، فحينئذ لا يُبَادَرُ الى قبول جرحهٖ و كذا تعديلهٖ ما لم يوافقه غيره۔ قال ابن حجر فی " تهذيب التّهذيب " فی ترجمة أحمد بن شبيب ۔ بعد ما نقل عن الأزدیّ قوله فيه : " غير مرضیّ " ۔ قلتُ : " لم يلتفت أحدٌ الٰی هذا القول ، بل الأزدیّ غيرُ مرضیّ ".

و منها: أن يّكون الجارح من المُتَعَنِّتِين المُشَدِّدين ، فانّ هنا جمعًا من أئمّة الجرح و التّعديل لهم تشدّد فی هذا الباب فيجرحون الرّاوی بِأدْنٰی جرحٍ و يطلقون عليه ما لا ينبغی اطلاقهٗ عند أولی الألباب ، فمثل هذا الجارح توثيقهٗ معتبر ، و جرحهٗ لا يعتبر الّا اذا وافقهٗ غيرهٗ مِمَّنْ يُنْصِف و يُعْتَبَر ، فمنهم : أبوحاتم ، و النّسائیّ ، و ابن مَعين ، و ابن القطّان ، و يحيی القطّان ، و ابن حبّان ، و غيرهم فانّهم معروفون بِالاسراف فی الجرح و التّعنّت فيه ، فَلْيَتَثَبَّت العاقل فی الرّواة الّذين تفرّدوا بجرحهم و ليتفكّر فيه "

جارح اور معدّل میں عالم، متقی، پرہیزگار، صادق اور اسبابِ جرح و تعدیل کو جاننے والے ہونے کیساتھ یہ بھی شرط ہے کہ وہ تعصّب، عداوت اور حسد سے دور رہے، اور اِس شرط کی تصریح بہت سے ائمہٴ احناف نے فرمائی ہے اور اسی طرح دیگر مذاہب والوں نے بھی تصریح کی ہے۔

امام تاج الدین سبکیؒ نے اپنی تالیف " قاعدة فی الجرح و التّعديل " میں فرمایا ہے:

الصّواب عندنا أنّ من ثَبَتَ اِمامتهٗ و عدالتهٗ، و كَثُر مادحوه و مزكّوه ، و ندر جارحوه، و كانت هناك قرينة دالّة على سبب جرحهٖ من تعصّبٍ مذهبیّ أو غيرهٖ،فانّا لا نلتفت

الی الجرح فیه ، و نَعْمَلُ فیه بالعدالة . و الّا فلو فتحنا هذا الباب ، و أخذنا بِتقدیم الجرح علی اطلاقه ، لما سَلِمَ لنا أحدٌ مّن الأئمة ، اذ ما مِن امامٍ الّا و قد طَعَنَ فیه طاعنون ، و هَلَكَ فیه هالكون.

''ہمارے نزدیک حق بات یہ ہے کہ جس کی امامت وعدالت ثابت شدہ ہو، اُس کی مدح اور تزکیہ کرنے والے کثیر ہوں، اُس کے جارحین قلیل ہوں اور وہاں ایسا قرینہ بھی موجود ہو جو اِس بات پر دلالت کرتا ہو کہ اِس جرح کا سبب، جو اِس پر ہوا ہے، مذہبی تعصب وغیرہ ہے تو ہم اس جرح کو خاطر ہی میں نہیں لاتے اور ہم اُس پر عدالت کا حکم لگاتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو اور ہم یہ دروازہ کھولیں یعنی تقدیم جرح پر مطلقاً عمل کریں تو یقیناً ہمارا کوئی ایک امام بھی سلامت نہیں رہے گا کیونکہ کوئی بھی امام ایسا نہیں جس میں طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور اُس کے بارے میں ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوئے ہوں''۔

پھر امام سبکیؒ نے ابن عبدالبرؒ سے نقل کرتے ہوئے ذکر فرمایا ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ پر جرح کی ہے تو آپؒ نے یہ شعر پڑھا:

حَسَدُوا اذ رأوك فضل اللّٰہُ بما فُضِّلَتْ به النُّجَبَاء

''یہ لوگ حسد کی وجہ سے اعتراضات کرتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہ احسان فرمایا ہے جس کی وجہ سے شریف لوگوں کو فضیلت دی گئی ہے''۔

اور ابوعاصم النبیل سے کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ پر جرح کرتا ہے تو فرمایا کہ اِس کی مثال وہی ہے جو کہ نُصیب نے کہا ہے کہ:

سَلِمْتِ و هل حَیٌّ علی النّاس یَسْلَم؟! ''تو سلامت رہو، اور کیا کوئی بھی زندہ شخص لوگوں سے سلامت رہا؟!''

اور ابوالاسود الدؤلی نے فرمایا ہے:

حَسَدُوا الفتٰی اذ لم یَنالوا سَعْیَهٗ فالقومُ أعداءٌ لَهٗ و خُصومٌ

''لوگوں نے اِس نوجوان سے اس لئے حسد روا رکھا ہے کہ یہ لوگ اُس کی کوششوں تک نہیں پہنچ سکتے تو اس لئے اس کے دشمن اور مخالف بن گئے ہیں''

النّوع الثّالث (۳) معرفة الصّحابة رضی اللّٰہ عنهم:

صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر وفات پاچکا ہو۔ صحابۂ کرامؓ دعوتِ دین پھیلانے اور اس کی مشقتیں برداشت کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہیں۔ اسی وجہ سے علماء کے درمیان اِس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی معرفت حاصل کرنا

خواص کے مضبوط و محکم علم اور علم حدیث کے اُونچے علم میں سے ہے، اور اسی علم کے ساتھ اہل سِیَرْ نے سیادت وسرداری پائی۔

معرفة الصّحابة لها فوائد مُهِمّةٌ في الدّين و العلم: معرفت صحابہؓ میں دین اور علم کے بہت سارے فوائد ہیں۔اُن میں سے بعض یہ ہیں: وہ رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کرتے ہوئے عالم بشریت کے لئے ہادی بن گئے اور وہ دین کو عملی کرنے کی زندہ مثالیں ہیں، اُن کی سیرت دلوں کو یقین سے بھر دیتی ہے، جہاد و عمل پر ہمتوں کو اُبھارتی ہے اور نفوسِ انسانیہ میں شجاعت و بہادری کو شعلہ زن کردیتی ہے۔

دیگر یہ کہ حدیث مرسل کی معرفت، اور اس کی منقطع اور موصول حدیث سے تمیز پیدا کرنا ہے تو جب تک ہم حدیث کے ناقل کے بارے میں نہ جانتے ہوں کہ آیا وہ صحابی ہے یا غیر صحابی۔تو یہ بات ہمارے لئے ممکن نہیں ہوگی۔

ضوابط يُعرف بها الصّحابيّ:

علماء حدیث نے کچھ ضوابط ذکر فرمائے ہیں جن کے ذریعے صحابی کو پہچانا جاتا ہے، جنہیں ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں:

۱. **التّواتر:** اور یہ اس طرح کہ صحابی کی صحبت کا اثبات بہت کثیر تعداد کے صحابہؓ سے منقول ہو، مثلاً چاروں خلفاء راشدینؓ اور دیگر بڑے بڑے صحابہؓ جو عام و خاص کے نزدیک معروف و مشہور ہیں۔

۲. **الشهرة و الاستفاضة القاصرة عن رُتبة التّواتر:** ایسی شہرت اور استفاضہ جو کہ درجۂ تواتر سے کم ہو، مثلاً ضِمَام بن ثعلبہؓ اور عُکّاشہ بن مِحصنؓ۔

۳. یہ کہ کم از کم ایک صحابی سے یہ روایت کی جائے کہ فلاں کے لئے صحبت ثابت ہے، مثلاً حُممۃ الدوسیؓ جو کہ اصفہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے اور ابوموسیٰ اشعریؓ نے اُن کے لئے یہ گواہی دی ہے کہ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ سنا ہے کہ آپ ﷺ نے اُس کے شہید ہونے کی خبر دی ہے۔

۴. یہ کہ ثقہ تابعین میں سے کسی سے یہ روایت کی جائے کہ فلاں کے لئے صحبت ثابت ہے۔

۵. وہ خود ہی اپنے بارے میں یہ کہے کہ میں صحابی ہوں، اور اِس کی دو شرطیں ہیں: ایک یہ کہ وہ ثابت العدالۃ ہو اور دوسری یہ کہ زمانۂ ممکنہ میں ہو۔اور زمانۂ ممکنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سو سال بنتے ہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی عمر کے آخر میں اپنے صحابہؓ سے فرمایا: " أرأيتكم ليلتكم هذه فإنّ على رأس مائة سنةٍ مّنها لا يبقى على وجه الأرض ممّن هو عليها أحدٌ " رواه البخاري و مسلم من حديث ابن عمرؓ۔ و رواه مسلم من حديث جابرؓ و لفظهٗ :" سمعتُ النّبي ﷺ يقول قبل أن يموت بشهر: أُقسِمُ

بِاللّٰہ ما علی الأرض من نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ تأتی علیها مائة سنة و هی حیّة یومئذٍ "۔

اور نبی کریم ﷺ کی اِس معجزانہ تحدیدِ مدّت کی وجہ سے ائمۂ کرام نے کسی بھی ایسے شخص کی تصدیق نہیں کی جس نے مدّتِ مذکورہ کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے ایسا ہی دعویٰ کیا ہے اور اُن کی تکذیب کی گئی۔ اُن میں سے آخری شخص رتن ہندی ہے جس نے چھ سو سال کے بعد صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ تعجب ہے کہ کتنا بڑا کذاب تھا! (شرح شرح نخبة الفکر لعلیّ القاری الهروی الحنفی ، و تدریب الرّاوی ، و الاصابة فی تمییز الصّحابة ، و منهج النقد فی علوم الحدیث ، و غیرها)

عدالة الصّحابةؓ:

تمام صحابۂ کرامؓ ایک خصوصیت کے ساتھ ممتاز ہیں اور وہ اِس طرح کہ اُن میں سے کسی ایک کی عدالت کے بارے میں بھی نہیں پوچھا جائے گا بلکہ اِس کام سے ہم فارغ ہیں کیونکہ وہ علی الاطلاق عادل ہیں نصوصِ کتاب اللہ، سنت رسول، اور اُن مجتہدین کے اجماع کے ساتھ، جن پر اجماعِ اُمت میں اعتماد کیا جاتا ہے۔

قال اللّٰہ تبارك و تعالی : كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ...الآیة (آل عمران : ۱۱۰) کہا گیا ہے کہ تمام مفسرین نے اِس بات پر اتفاق کیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں آئی ہے۔

وقال تعالی: وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ...الآیة (البقرة :۱۴۳) اور یہ خطاب اُن لوگوں سے ہے جو اُس وقت موجود تھے۔ و قال سبحانهٗ و تعالی : مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ...الآیة (الفتح : ۲۹)

اور وہ احادیث صریحہ تو بہت زیادہ ہیں جو کہ اِس بات پر گواہی دیتی ہیں، اُن میں سے ابوسعیدؓ کی یہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تسبُّوا أصحابی ، فوالّذی نفسی بیدہٖ لو أنّ أحدکم أنفقَ مثل أُحدٍ ذهبًا ما أدرك مُدَّ أحدِهم و لا نصیفهٗ رواہ البخاری و مسلم۔

اِس کے بعد اُمت محمد یہ (علیٰ صاحبها ألف ألف سلامٍ وتحیة) تمام صحابہؓ کی تعدیل پر متفق ہے، اور اُن میں سے جو مشاجرات اور فتن میں مبتلاء ہوئے وہ بھی اِس میں شامل ہیں، اُن علماء کے اجماع سے، جن کے اجماع پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ یہ اِس وجہ سے کہ اُن پر حسن ظن ہے اور اُن خصوصیات کی وجہ سے جو اُن کے لئے ثابت ہیں ، اور گویا اللہ تعالیٰ نے اِس بات پر اجماع تیار فرمایا ہے، کیونکہ وہ شریعت کے ناقلین ہیں۔ (علوم الحدیث لابن الصلاح)

الصّحابة المُکثِرون من الرّوایة عن الرّسول ﷺ:

رسول اللہ ﷺ سے کثرتِ روایت کرنے والے صحابہؓ سات ہیں اور وہ صحابہؓ اور اُن کی مرویات یہ ہیں:

۱: أبوهريرة: عبدالرّحمٰن بن صخر الدّوسي اليَمَاني رضي الله عنه
(المتوفّى سنة ٥٩هـ) ، عددُ ما رواه : (٥٣٧٤) حديثًا

۲: عبدالله بن عمر بن الخطّاب رضي الله عنهما (المتوفّى سنة ٧٣هـ) ، عددُ ما رواه : (٢٦٣٠) حديثًا

۳: أنس بن مالك رضي الله عنه (المتوفّى سنة ٩٣هـ)، عددُ ما رواه : (٢٢٨٦) حديثًا

٤: عائشة بنت أبي بَكْرٍ الصِّدِّيق أمّ المؤمنين رضي الله عنهما (المتوفاة سنة ٥٨ هـ ، و قيل سنة ٥٧هـ) ، عددُ ما رَوَتْه: (٢٢١٠) حديثًا

٥: عبدالله بن عبّاس بن عبد المُطّلِب رضي الله عنهما (المتوفّى سنة ٦٨هـ) و عددُ ما رواه : (١٦٦٠) حديثًا

٦: جابر بن عبدالله الأنصاريّ رضي الله عنهما (المتوفّى سنة ٧٨ هـ) ، و عددُ ما رواه : (١٥٤٠) حديثًا

۷: أبوسعيد الخُدريّ : سعد بن مالك بن سِنَان الأنصاريّ رضي الله عنه (المتوفّى سنة ٧٤ هـ) ، و عددُ ما رواه : (١١٧٠) حديثًا (تدريب الرّاوي ، و المُيَسَّر في علم الرّجال)

النّوع الرّابع (۴) معرفة من أُسند عنه من الصّحابة الّذين ماتوا في حياة رسول اللهﷺ:

اُن صحابہؓ کی روایات کی معرفت، جو رسول اللہ ﷺ کی حیات میں فوت ہو گئے اور اِس معرفت کا فائدہ یہ ہے کہ اُس روایت پر مرسل ہونے کا حکم لگایا جائے گا جبکہ اُس سے روایت کرنے والا تابعی ہو۔

من ذلك : أبو سلمة زوج أمّ سلمة ، توفّي مرجع رسول الله ﷺ من بدر، رَوَتْ أمّ سلمة عنه عن رسول الله ﷺ : ما من مسلم يصاب بمصيبة فيفزع إلى ما أمر الله به من قولِ إنّا لِله و إنّا اليه راجعون ، اللّهمّ عندك أحتسب مصيبتي فأجرني عليها الّا أعقبه الله خيرًا منها۔ رواه التّرمذي و النّسائي و ابن ماجة من طريق عمر بن أبي سلمة أخبرها أنّه سمع النّبي ﷺ يقول فذكره۔

و جعفر بن أبي طالب ، روى أحمد له في مسنده حديث الهجرة ، و حمزة عمّ رسول الله ﷺ ، روى له الطّبرانيّ حديثًا في الحوض... (تدريب الرّاوي في شرح تقريب النّواوي ج۲ ص ٢٢٦)

النّوع الخامس (۵) معرفة الثّقات و الضّعفاء من الرّواة:

علومِ حدیث کی یہ نوع سابق پہلی اور دوسری دونوں انواع کے ثمرات میں سے ایک ثمرہ ہے کیونکہ

یہ نوع، نوع اول اور نوع ثانی کی ابحاث کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔ یہیں سے علماء نے اِس نوع کی اہمیت پر تنبیہ کی ہے اور یہ اس طرح جیسا کہ ابن الصلاح نے فرمایا ہے: " من أجلّ نوع و أفخمه فانّهٗ المِرقاة الی معرفة صحّة الحدیث و سقمه "۔ اور بے شک اِس علم کو قدیماً و حدیثاً آئمہ حدیث کی توجہ حاصل ہوچکی ہے چنانچہ اُنہوں نے اِس علم میں بہت سی تالیفات لکھی ہیں جن میں یا تو اپنے مشاہدہ سے رواۃ کے احوال پر کلام کیا ہے اور یا اِس علم کے آئمہ سے وہ کلام اور بحث نقل کی ہے جو اُنہوں نے ان کی صفات میں کی ہے۔ اور یہ تصانیف تین قسم پر ہیں:

(۱) جو خالص ثقات کے بیان میں ہیں (۲) جو خالص ضعفاء کے بیان میں ہیں (۳) وہ جن میں ثقات اور ضعفاء دونوں کا بیان ہے۔

یہ تھا علم اُصول حدیث کی چند اقسام و انواع کا کچھ اجمالی بیان۔ بقیہ اقسام و انواع کو آئندہ قسطوں میں بیان کیا جائے گا۔ ان شاء اللّٰہ تعالٰی

و صلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقهٖ محمّدٍ وّ علٰی آلهٖ و أصحابهٖ أجمعین۔

اہلِ علم و قلم کے لیے عظیم خوشخبری

اشاریہ ماہنامہ برہان دہلی

مرتب: محمد شاہد حنیف 0333-4128743، mshanif2010@gmail.com

اوراقِ پارینہ پبلشرز، لاہور 0321-4148570

کتاب سرائے، اُردو بازار، لاہور+فضلی سنز، اُردو بازار، کراچی

مولانا عتیق الرحمٰن عثمانیؒ اور مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ کے عظیم علمی، دینی، تحقیقی رسالے کے ۶۳ سالوں کے سیکڑوں شماروں میں برصغیر پاک و ہند کے علماءِ کرام، دانشوروں اور دیگر اہلِ علم وقلم کی قرآنیات، علوم حدیث، فقہ واجتہاد، عبادات، معاشرت، سیاست، سیر وسوانح، شعر وادب، تاریخ اسلام، تاریخ برصغیر پاک و ہند...... وغیرہ کے علاوہ سیکڑوں موضوعات پر مشتمل ہزاروں مقالات وکتب سے آگاہی کے لیے موضوع وار اور مصنف وار اشاریہ...... محدود تعداد فوری رابطہ کریں۔ قیمت: ۸۰۰

مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی

مسلمانوں کے نظام تعلیم میں تبدیلی
قدیم سامراجی منصوبہ

صلیبی جنگوں کے دوران مغربی دنیا کو یہ تجربہ ہوا کہ مسلمانوں کا شیرازہ خواہ کتنا ہی منتشر ہوا اور ان کے باہمی اور داخلی اختلافات ونزاعات کتنے ہی سنگین ہوں، لیکن جب ان کے مشترک دشمن کی طرف سے جنگ مسلط کی جاتی ہے تو وہ متحد ہو جاتے ہیں، ان کی ایمانی غیرت وحمیت بھڑک اٹھتی ہے اور خدا کے راستے میں شہید ہو جانے کا شوق وجذبہ ان کے دلوں میں موجزن ہو جاتا ہے، بعض مغربی رہنماؤں نے یہ اعتراف کیا ہے کہ پورا یورپ متحد ہو کر بھی مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے پائے ثبات میں ذرا بھی تزلزل پیدا نہیں کر سکتا، جس کے اندر ایمانی غیرت وحمیت کا جذبہ موجزن ہو، چنانچہ مغربی دنیا کے رہنماؤں نے اس ایمانی طاق وقوت کی رگوں کو کاٹنے اور اسکے سرچشموں اور سوتوں کو خشک کرنے کے لئے تعلیم وتربیت کا طریقہ اختیار کیا تا کہ نئے اقدار وروایات کا بیج بو کر عقلاء، دانشوروں اور مثقفین کو ان کے روایتی اقدار وروایات سے ہٹا دیا جائے اور وہ اپنے آباء واجداد اور اسلاف کے طریقۂ کار کو بھول جائیں۔

چنانچہ مغربی دنیا نے اسکولوں، کالجوں اور تعلیمی اداروں کا ایک جال پھیلا دیا، اس کے لئے انہوں نے ایک خاص نصاب تعلیم تیار کیا، جس میں ایسے مضامین شامل کئے گئے جس سے تعلیم حاصل کرنے والے مسلم طلبہ اپنی روشن تاریخ اور شاندار ماضی کے بارے میں بدگمان ہوں اور اس کی طرف ذلت وحقارت آمیز نگاہوں سے دیکھیں اور اسلامی تشخص کے اہم عناصر سے محروم ہو جائیں، اس نظام تعلیم وتربیت کے اثر سے ان کے قلب، نظر اور ذہن ودماغ میں فساد پیدا ہو، ان کی عقلیں مغرب اور مغربی تہذیب ومدنیت کی چمک دمک سے مسحور مرعوب ہوں، وہ اس کے گرویدہ بن جائیں اور پھر تعلیم سے فراغت کے بعد مغرب ان کو اپنے سامراجی منصوبوں کے تکمیل کیلئے استعمال کرے یا پھر اپنے ملک اور معاشرہ میں مکمل طور پر ان کو ضم کر لے اور وہ اپنے معاشرہ سے الگ تھلگ ہو جائیں۔ مغربی دنیا کا

تیار کردہ نظام تعلیم وتربیت ایسی کتب پر مشتمل ہے جن میں اسلام اور اسلامی عہد پر حملہ کیا گیا ہے۔

اس ثقافتی یلغار میں تمام سامراجی برابر ہیں، چنانچہ فرانس نے انیسویں صدی میں اپنے ناجائز مقبوضات الجزائر، مالی، سینگال، لبنان، شام اور دیگر ملکوں میں یہی روش اختیار کی۔ برطانیہ نے مصر میں یہی طریقہ اختیار کیا، اس نے مصر کے اسکولوں، مدرسوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں اپنی زبان رائج کردی، اپنی تہذیب عام کی اور ذہنوں میں قومی تہذیب کی تحقیر بٹھائی۔

ہندوستان میں بھی برطانیہ نے یہی کیا، بڑی حد تک انگریزی زبان کو تہذیب یافتہ اور عام بول چال کی زبان بنانے کی کوشش میں کامیاب ہوگیا، حالانکہ خود ہندوستان بہت سی مقامی ترقی یافتہ زبانوں کا گہوارہ ہے۔

مغربی سامراج نے عیسائی مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی ہمت افزائی کی، عیسائی مبلغین کو ہر طرح سہولیت بہم پہنچائی، مستشرقین کی کتابوں کو فروغ دیا اور ان کو بہت سے اختیارات دے دیئے تاکہ آسانی کے ساتھ مقامی عقائد اور قومی تہذیبوں کے خلاف اپنی تخریبی سرگرمیوں کو جاری رکھ سکیں۔

اس ثقافتی یلغار کا پہلا تجربہ یہ کیا گیا کہ مسلم طلباء کو یورپین یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا، لیکن یہ تجربہ مکمل طور پر مفید ثابت نہیں ہوا، تو عیسائی مشنریوں نے اسلامی ملکوں میں تعلیمی ادارے قائم کرنے کی اسکیم تیار کی تاکہ ایک بڑی تعداد ان اداروں میں تعلیم حاصل کرسکے، سب سے پہلے یہ رائے ''دانیال بلس''(Danial Bliss)اور''ڈاکٹر ولیم ٹامس'' (William Tomos) نے دی تھی، جنہوں نے ۱۸۶۱ء اور ۱۸۶۲ء میں اسلامی ملکوں میں اسکول اور کالجز قائم کرنے کے سلسلے میں غور کیا تاکہ بیک وقت خود مسلمانوں میں سے عیسائی مذہب کے مبلغ و داعی تیار کئے جاسکیں اور بڑی تعداد میں لوگوں کو متاثر بھی کیا جاسکے، ان دونوں کا اس پر اصرار تھا کہ ان تعلیمی اداروں میں تمام کے تمام ٹیچرس اور اساتذہ عیسائی مبلغین ہی رکھے جائیں، چنانچہ اس تجویز کے مطابق ترکی، شام، مصر، لبنان اور عراق میں اسکول اور کالجز کھولے گئے اور ان اداروں کی طرف لوگوں کو زبردست رجحان ہوا، عیسائی مبلغین کی زیادہ تر توجہ اونچے گھرانوں اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی طرف تھی، اس لئے کہ ملک کے حکمراں اور رہنما انہیں گھرانوں میں تیار ہوتے ہیں۔

مندرجہ ذیل بیانات سے پتہ چلتا ہے کہ مغربی دنیا کے رہنماؤں نے مسلم نوجوانوں کے ذہن و دماغ اور قلب ونظر کو تعلیم کے ذریعہ بدلنے پر کتنا زور دیا ہے اور اس مقصد کے حصول میں عیسائی مبلغین کا کیا رول رہا ہے۔

''صموئل زویمر'' Samuel Zweimer (۱۸۶۱ء، ۱۹۰۲ء) جو امریکی ہے، اپنی ایک رپورٹ میں کہتا ہے جو اس نے عیسائی مبلغین کی کانفرنس میں پیش کی تھی: ''یہ ضروری ہے کہ ہر میدان میں ساری توجہ مسلمانوں کی چھوٹی نسل پر دی جائے اور ساری جدوجہد اسی نسل کے درمیان دائر رہے تاکہ ان کا احاطہ کیا جا سکے اور براہ راست ان سے رابطہ قائم رہے، یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی ملکوں میں تمام دوسرے کاموں پر اس کو مقدم رکھا جائے، اس لئے کہ نئی نسل میں اسلامی روح کی روشنی بچپن ہی سے شروع ہو جاتی ہے لہٰذا اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی چھوٹی نسل کا شعور پختہ ہونے سے پہلے اس پر بھرپور توجہ دی جائے''۔

زویمر اپنی ایک دوسری رپورٹ میں جو اس نے عیسائی مشنری کانفرنس میں پیش کی تھی، اپنے مشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے: ''تمہارا مشن اسی پر ختم نہیں ہو جاتا کہ مسلمانوں کو عیسائی مذہب میں داخل کرلو، یہ تو ان کے لئے ہدایت اور باعث شرف بات ہوگی، بلکہ تمہارے مشن کا مقصد یہ ہے کہ تم مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دو کہ اللہ تعالی سے ان کا کوئی تعلق باقی رہے، نتیجتاً ان اقدار و روایات سے بھی ان کا تعلق ختم ہو جائے گا جن پر قومیں اپنی زندگی میں بھروسہ کرتی ہیں''۔

مسٹر ٹاکلی Takle کہتا ہے: ''یہ ضروری ہے کہ ہم اسکولوں اور مدارس قائم کرنے کی ہمت افزائی کریں، خصوصاً مغربی تعلیم پر ابھاریں، بہت سے مسلمان ایسے ہیں کہ انگریزی زبان سیکھنے سے انکا ایمان واعتقاد متزلزل ہو گیا، اسلئے کہ مغربی درسی کتب کسی مشرقی مقدس کتاب پر ایمان واعتقاد کو مشکل بنا دیتی ہیں''۔

''لوئیس ماسینیون'' Louise Massignon کہتا ہے: ''مشرقی طلباء جو فرانس تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں، ان کو عیسائی رنگ میں رنگنا ضروری ہے''۔

عیسائی مبلغہ ''انا ملیگان'' Anna Milligan اونچے گھرانوں کی مسلم لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے: ''اسلام کے قلعہ تک پہنچنے کا راستہ اس تعلیم سے مختصر کوئی راستہ نہیں ہو سکتا، بلاشبہ یہ تعلیم نئی نسل کو عیسائی مذہب سے متاثر کرنے کا ایک طاقتور موثر ذریعہ ہے، اس طریقے سے جو اثر ڈالا جائے گا وہ دائمی ہوگا، یہاں تک کہ وہ لوگ بھی متاثر ہو جائیں گے جو عنقریب اپنے ملکوں کے رہنما بنیں گے''۔

''گب'' Gibb تعلیم کے نتائج کے متعلق کہتا ہے: ''ان اسکولوں اور تعلیم گاہوں نے طلباء کے اخلاق کو ایک خاص رنگ میں رنگ دیا، ان کے ذہن و مذاق کو تیار کیا اور سب سے اہم نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ان اسکولوں اور مدرسوں نے طلبہ کو یورپین زبانیں سکھا دیں، جس کے بعد وہ زندگی میں براہ راست یورپین

فکر اور طرز حیات اپنا سکیں اور ان اثرات کو قبول کرسکیں جو ایام طفولت میں ان کے ذہن و دماغ پر مرتب ہوتے ہیں''۔

گپ مزید کہتا ہے: ''صحافت اور عصری تعلیم اداروں کے ذریعہ جاری ہماری تعلیمی و ثقافتی سرگرمیوں نے شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں پر ایسا اثر ڈالا ہے کہ وہ بڑی حد تک لادین ہوگئے ہیں''

یہ ثقافتی یلغار علانیہ طور پر اسلام کے سرچشموں کی طرف منتقل ہوگئی، چنانچہ'' گلاڈسٹون'' Gladston (۹۸۔۱۸۰۹ء) نے یہاں تک جرأت اور گستاخی کی برطانیہ کی پارلیمنٹ میں قرآن شریف ہاتھ میں اٹھا کر کہا: ''جب تک یہ کتاب زمین پر باقی ہے، ہم مسلمانوں کو محکوم نہیں بنا سکتے''

''کرومر'' Cromer (۱۸۴۱ء۔۱۹۱۷ء) نے جو مصر میں انگلینڈ کا نمائندہ تھا کہا ہے:

''میں تین چیزیں مٹانے کے لئے آیا ہوں: قرآن، کعبہ اور ازہر''۔

مشرق میں عیسائی مبلغین کا رہنما ڈاکٹر زویمر کہتا ہے:

''ابتدائی اسکولوں میں تعلیمی پروگرام کی تقریباً نصف صدی پوری کر لینے کے بعد سامراجی سیاست نے مدرسوں سے قرآن کو خارج کر دیا، پھر تاریخ اسلام کو نکال دیا اور اس طرح ایک ایسی نسل تیار کی جو مادیت پرست، تذبذب اور فکری و ذہنی اضطراب میں مبتلاء تھی، جسے نہ اپنے عقیدہ پر ایمان و یقین تھا اور نہ ہی دین کا پاس و لحاظ اور ملک کی آزادی کا خیال تھا''۔

''ڈاکٹر واٹسن'' Watson کہتا ہے: ''ہم مدارس اسلامیہ میں قرآنی تعلیم کے نتائج پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں، ہم کو مدارس اسلامیہ سے بڑا خطرہ لاحق ہے، کیونکہ قرآن اور اسلامی تاریخ یہ دونوں بڑے عظیم خطرے ہیں، جن سے عیسائی مشنری کو خوف لاحق ہے''۔

الجزائر کے ایک عالم نے شکایت کی کہ: ''علوم دینیہ کی تعلیم اس شرط کے ساتھ دی جا سکتی ہے کہ استاذ کسی ایسی آیت یا حدیث کی تفسیر و تشریح نہ کرے جو ''جہاد'' سے متعلق ہو اور نہ فقہ کی کتابوں میں ''جہاد'' سے متعلق ابواب میں سے کچھ پڑھائے، مشرق میں ان لوگوں کا پروپیگنڈہ جب عام ہوگیا، مسلمان لفظ ''جہاد'' سے نفرت کرنے لگے''۔

اس مقصد سے یورپ نے ایسے افکار و نظریات کی تائید کی جو جہاد کی ضرورت سے انکار کریں اور ایسے مفکرین کی ہمنوائی کی جو اسکو باطل قرار دیں، شوق جہاد اور ہیبت اسلامی کو ختم کرنے کیلئے وسائل اختیار کریں۔

یہ مغربی قائدین اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے سامراجی اغراض و مقاصد اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب مسلمانوں کا ان کے شرعی اور دینی مصادر و مآخذ سے تعلق ختم کر دیا جائے، چنانچہ ان لوگوں نے

اس مقصد کے حصول وتکمیل کے لئے متعدد طریقے اختیار کئے، مثلاً:

۱۔ فصیح عربی زبان کے خلاف تحریک، مدارس قرآنیہ کی تحقیر، اہل دین کے بارے میں حقارت کے احساسات کوفروغ دینا۔

۲۔ شرعی اور دینی مصادر و مآخذ کے تئیں ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنا۔

۳۔ ان مصادر مآخذ میں علمی وتاریخی مسائل کھڑے کرنا۔

۴۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وشخصیت اور صحابۂ کرام کی سیرت پر کیچڑ اچھالنا۔

۵۔ اسلامی تاریخ اور اسلامی کارناموں پر حملے، مسلمانوں کے مختلف مسلکوں کے ماننے والوں میں کشکش پیدا کرنا وغیرہ۔

مغرب کے پریس نے موضوعی تحقیق کے نام پر قرآن، حدیث، اسلامی تاریخ، دعوت اسلامی، مسلمانوں کے طرز زندگی اور اسلامی تہذیب وتمدن پر ایسے مقالات اور تحقیقات شائع کئے جو دلوں میں دین اسلام سے نفرت وکراہیت پیدا کریں اور ذہنوں میں شکوک وشبہات داخل کریں اور یہ مقالات اور تصنیفات اعلیٰ تعلیم کے نصاب درس میں شامل کی گئیں، صرف یورپین یونیورسٹیوں ہی میں نہیں بلکہ اسلامی ملکوں کی تعلیم گاہوں میں بھی اور حکمرانوں نے ان لوگوں کی ہمت افزائی کی جو ایسی تحقیقات پیش کریں، جو دینی جذبات کو مجروح کریں یا مقدسات اور مسلمات کے بارے میں شکوک پیدا کریں یا مسلمانوں میں ہیجان پیدا کریں۔

مغرب نے اپنے مقاصد ایسے نظام تعلیم وتربیت کے ذریعہ حاصل کئے جن کی بنیاد ایک طرف خالص علمی اور عقیدہ واخلاقیات سے خالی تھی تو دوسری طرف ان کی بنیاد قدیم سے بغاوت پر تھی، چنانچہ اس نظام تعلیم وتربیت کے اثر سے ایک ایسی علمی نسل وجود میں آئی جو روحانیت سے خالی تھی اور اپنے اسلاف کی میراث کی باغی تھی یعنی اسلامی تہذیب ومدنیت، اقدار وروایات، عقائد اور اسلامی سلوک کی باغی تھی۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ اس سلسلہ میں اپنی کتاب ''اسلام اور مغربیت کی کشکش'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''یورپ سے تعلیم پا کر آنے والے عرب فضلاء کی حالت یہ تھی کہ مغربی روح ان کے اندر پوری طرح سرایت کر چکی تھی، وہ اسی کے دماغ سے سوچتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسی کے پھیپھڑوں سے سانس لیتے تھے، وہ اپنے مستشرق اساتذہ کی صدائے بازگشت بن کر وہی خیالات و نظریات پورے یقین و وثوق اور پورے جوش وسرگرمی کے ساتھ اپنے ملک میں پھیلانے کی کوشش

کرتے دنیا کے کسی گوشہ میں اگر کوئی مستشرق کوئی نظریہ یا خیال پیش کرتا تو مصر میں نہ صرف اس کی حمایت کرنے والا بلکہ پورے خلوص اور پورے زور قلم اور انشا پردازی کے ساتھ اس کا شارح اور داعی کوئی نہ کوئی ادیب اور مفکر اسی وقت مہیا ہو جاتا، مثلاً قرآن کریم کا انسانی تعبیر ہونا، دین وسیاست کی تفریق، اسلام کی نظام حکومت سے یکسر بے تعلقی، سیکولرزم کی دعوت، حدیث کی قیمت اور حجیت سے انکار، سنت کی صحت سے انکار۔

اسی سلسلے میں W.C Smith Islam in Modern History میں لکھتا ہے:

''بہت سے مسلمان نوجوانوں نے مغرب کا سفر کیا اور یورپ کی اسپرٹ اور اقدار سے انہوں نے واقفیت حاصل کی اور ایک حد تک وہ اس کے گرویدہ ہوئے، یہ بات ان طلباء پر خصوصیت کے ساتھ صادق آتی ہے جو یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم وتربیت حاصل کرتے رہے ہیں''۔

یورپین فکر کے موافق تیار ہوئی یہ نئی نسل ایک طویل عرصہ سے پوری دنیا میں قیادت اور اثر ورسوخ کی اہم جگہوں پر فائز ہے، جو ہر اس چیز پر ایمان رکھتی ہے جس کی مغرب تلقین کرتا ہے، یہ نسل مغرب کے مقاصد کی تکمیل میں لگی ہوئی ہے اور یہ یورپین مدارس مسلسل ایسے مثقفین کی کھیپ تیار کر رہے ہیں جو اکثر مسلم ملکوں میں قیادت اور انکی تعلیم گاہوں میں نئی نسلوں کی ذہنی تربیت کی ذمہ دار ہے۔

گزشتہ بیس سالوں میں عالمی سطح پر رونما ہونے والے واقعات نے عالمی مسائل کے تعلق سے مغربی ملکوں کے موقف نے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ کھلے ذہن سے مطالعہ کرنے والوں کے ذہن میں مغرب کی افترا پردازیاں، بہتان تراشیاں، مکروفریب اور جھوٹ عیاں ہونے لگا ہے اور متعدد اہل فکر نے ان پر تنقید شروع کر دی ہے۔ اہل قلم مغربی حکمرانوں کی مشرق کے ساتھ اور خاص طور پر مسلم ملکوں کے ساتھ بدسلوکی اور عالمی مسائل حل کرنے میں ان کے دوہرے معیار نے عوام کے ذہن میں شکوک وشبہات پیدا کرنا شروع کر دیا ہے، ان کا مشاہدہ ہے کہ خود ان کے ملکوں کے حکمراں مغرب کے حلیف اور مؤید ہیں اور عوام کے ساتھ جبر وقہر کا معاملہ کر رہے ہیں اور وہ اپنی قوم کے مسائل حل کرنے میں ان کے ناموس و وقار کے دفاع میں اور ملک کی امن و سلامتی کے دفاع میں ناکام ہو چکے ہیں اور جن تحریکوں نے ملک کے چھنے ہوئے وقار اور عظمت کو دوبارہ واپس لانے کی کوشش کی، وہ ظلم وزیادتی اور قید و بند سے دو چار ہو رہی ہیں، حق کا اعلان کرنے والے اور اصلاح کی کوشش کرنے والے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں۔

اس صورت حال کا احساس عصری دانش گاہوں اور یونیورسٹیوں کے ان فائقین کو زیادہ ہوا،

جن کے دلوں میں دینی غیرت وحمیت اور خودداری کا جذبہ موجزن تھا، جیسا کہ دینی درسگاہوں کے تعلیم یافتہ افراد کو احساس ہوا، اسی احساس وشعور اور جذبہ نے دونوں خیموں کے درمیان دینی غیرت اور قومی حمیت کا پل قائم کردیا، جس کو سامراجی تعلیم نے دو مخالف کیمپوں میں بانٹ رکھا تھا۔

ان واقعات نے جن سے دلوں اور ذہنوں میں انقلاب پیدا ہوا، جو فطری تھا، مغربی ملکوں کو یہ وارننگ دی کہ ثقافتی اور فکری یلغار کے راستہ سے نئی تعلیم وتربیت کے ذریعہ جو کوششیں کی گئی تھی وہ سراب ثابت ہوتی جا رہی ہیں اور عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں اسلامی بیداری کی لہر نے مغربی ملکوں کے اس اعتقاد کو غلط ثابت کردیا کہ دلوں میں ایمان ویقین کی چنگاری بجھ چکی ہے اور وہ راہ حق میں قربانی اور جاں نثاری کا جذبہ سرد پڑ چکا ہے، چنانچہ مغرب نے پھر وہی پرانا ہتھکنڈہ ''تعلیم'' کو استعمال کیا؛ لیکن اس مرتبہ ساری توجہ اور پورا زور دینی تعلیم کے اداروں پر مرکوز کردیا ہے جو دراصل اس بیداری کا باعث ہیں، اس نے ان ہی مدارس کو دینی شعور اور اسلامی بیداری کا سرچشمہ سمجھ لیا ہے کہ مدارس اسلامیہ کا نصاب تعلیم اور نظام تربیت ہی اس بیدار مغز اور انقلابی نسل کے ظہور کا ذمہ دار ہے، چنانچہ مغرب نے پوری دنیا میں مدارس اسلامیہ کے خلاف مہم شروع کردی ہے اور مغربی تسلط سے چھٹکارہ پانے اور حصول آزادی کی جدوجہد کو دہشت گردی قرار دے کر تمام حکمرانوں کی توجہ اس مسئلہ کی طرف مبذول کرادی جس نے مغربی تسلط واقتدار کو چیلنج کردیا ہے۔

دینی مدارس کے خلاف موجودہ عالمی مہم حقیقت میں وہی پرانا ہتھکنڈہ ہے جسے مغرب نے یورپین سامراج پھیلنے سے پہلے آزمایا تھا، یہ کوششیں مغرب کے غلط اندازے، غلط فہمی، حقیقت سے عدم واقفیت اور حقائق سے چشم پوشی پر دلالت کرتی ہیں، اس لئے کہ مغربی تسلط سے نجات پانے کی تحریکیں فطری ہیں اور یہ خود مغربی نظام تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہیں، کیونکہ مغرب کی تعلیمی فکری بنیاد آزادی ہے اور آزادی مغربی تہذیب کا پہلا نشانہ ہے، چنانچہ آزادی پسند تحریکوں کو دہشت گرد گردانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

نصاب تعلیم میں تبدیلی کا مطالبہ، درسی کتب سے غلامی کے خلاف جدوجہد سے متعلق مواد کو حذف کرنے کا مطالبہ، اجنبی اقدار روایات کی تطبیق کا مطالبہ اور قومی تشخص کے رموز مٹا دینے کا مطالبہ، یہ سارے مطالبات وہی پرانی کوششیں ہیں جو انیسویں صدی میں سامراج نے کی تھیں، ان پرانی کوششوں اور نظام تعلیم وتربیت بدل دینے کی موجودہ عالمی کوششوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اسلامی مدارس کے خلاف موجودہ عالمی مہم دو سو سال پرانے فارمولہ کا اعادہ اور تکرار ہے، یہ مہم ظالمانہ اور استعماری کوشش ہے جو قومی بالادستی اور آزادی کے تصور کے منافی ہے۔ (بشکریہ تعمیر حیات لکھنو)

مولانا ابولمعز عرفان الحق اظہار حقانی٭

چند علماء مشائخ کی جدائی

- شیخ المشائخ مولانا سید محمود صندل باباجی
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیقؒ
- حضرت مولانا عبدالمجید حقانیؒ
- مولانا محمد اکبر حقانی (گنڈھیری مولانا صاحبؒ)
- حضرت مولانا عبیداللہ اشرفیؒ

حضرت شیخ المشائخ مولانا سید محمود صندل باباجیؒ کی جدائی

سیل خوں ہر سو رواں ہے اور ہر دل اشکبار   پھر گیا کس طرف یارب مزاج روزگار

دیر کے کوہستانی علاقہ صندل میں ۷ فروری ۲۰۱۶ء بروز اتوار چاشت کے وقت پونے گیارہ بجے رشد وہدایت اور علم وفضل کا ایک ایسا آفتاب غروب ہوگیا جس کی ضیاء باریوں سے سواصدی سے زیادہ عرصہ تک ایک عالم فیض یاب ہوتا رہا۔ بقیۃ السلف، عارف باللہ، سلسلہ قادریہ کے گوشہ خمولت وگمنامی اختیار کرنے والے روحانی رہنما، طویل العمر بزرگ شخصیت حضرت مولانا سید محمود عرف صندل باباجی کی رحلت قحط الرجال اور اندراس علم کے اس دور میں عظیم خسارہ ہے۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

دارالعلوم حقانیہ کیساتھ محبت وتوجہات: محبت وتعلق، خصوصی توجہات اور دعاؤں کا سلسلہ دارالعلوم حقانیہ، حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور ہم اصاغر کیساتھ آخر دم تک قائم رہا امسال بھی آپ کے دو احفاد دورہ حدیث میں زیر تعلیم ہیں، نماز جنازہ آپکے بڑے فرزند، فاضل دارالعلوم حقانیہ، مولانا فضل ودود نے حسب وصیت اسی دن عصر کو پڑھایا جسمیں تنگی وقت کے باوجود گردونواح کے ہزاروں افراد نے شرکت کیں۔

عناصر سیرت: صندل بابا کو اللہ نے نہایت بلند اور پاکیزہ صفات سے نوازا تھا۔ تحمل بردباری، شفقت علی الخلق، بلند حوصلہ، بے مثال سخاوت، مہمان نوازی، دین کے لئے درد وسوز، اصلاح خلق کی تڑپ، تبلیغ دین میں حکمت و موعظت اور طریق احسن اپنانے کا جوہر، اعتدال واحتیاط، ہر کام میں بصیرت وتدبر وغیرہ آپکے عناصر سیرت تھے۔

٭ استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ

پیدائش وابتدائی تعلیم : مختصر سوانح حیات یوں ہیں۔ سید محمود بن شیخ ولی بن برکت ولی بن قمر علی شاہ بن سید علی شاہ بن سید حامد بن سید احمد خلیل بن سید عبدالحق مکمل سلسلۂ نسب نامہ وجاہائے تدفین اجداد وغیرہ حضرت امام حسینؓ تک انکے خاندانی ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ آپ ۱۲۹۹ھ کو دیر کے علاقہ نہاگ کے موضع "منزہ" میں سادات گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اگر چہ بعض لوگوں کے نزدیک اتنی طویل عمر محل نظر ہے لیکن یہ بعید از قیاس بھی نہیں اسلئے کہ ہم نے اپنے گردو پیش میں سو برس سے زیادہ لوگوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا برکت ولی سے حاصل کی جو کہ علاقے کے معروف بزرگ عالم دین تھے۔

تحریک آزادی کے معروف رہنما سنڈاکی بابا سے وابستگی: اسکے بعد ایک طویل عرصے تک علمی اور روحانی خوشہ چینی کیلئے اپنے وقت کے معروف شیخ قطب الارشاد، تحریک آزادی کے عظیم مجاہد، صاحب کشف وکرامات بزرگ حضرت مولانا ولی احمد المعروف بہ "سنڈاکی بابا" سے وابستگی اختیار فرمائی۔ سنڈاکی بابا سے پہلی ملاقات کے بارے میں آپؒ فرماتے تھے "جب حضرت سنڈاکی بابا" کوہان شریف" میں آکر مقیم ہوئے تو میں اپنے والد محترم کے ساتھ انکی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میری ایک آنکھ میں بینائی نہیں تھی میرے والد نے حضرت سے درخواست کی کہ اس بچے کیلئے دعا کر دیجیے تا کہ اس کی آنکھ صحیح ہو جائے انہوں نے دعا فرماتے ہوئے میری آنکھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ کیا تمہیں یہ (اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) اندھا نظر آ رہا ہے بس پھر کیا تھا بابا جی کا ہاتھ پھیرنا تھا کہ میری بینائی لوٹ آئی۔ میں نے انہیں جواب دیتے ہوئے عرض کیا کہ جی ہاں مجھے آپ کا چہرہ نظر آ رہا ہے۔ جس پر آپ بڑے خوش ہوئے" فیا للعجب

پندرہ برس تک سنڈاکی بابا سے نہ صرف سلوک وتصوف کے اسباق پائے بلکہ فقہ اور فنون کی اعلیٰ کتب تک سبقاً سبقاً پڑھی۔ ۱۹۳۷ء میں اپنے شیخ سنڈاکی بابا کی تجہیز وتکفین اور تدفین میں بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ مل کر حصہ لینے کی سعادت پائی۔ بعد ازاں حضرت مولانا عبدالرزاق شاہ منصوریؒ اور شاہ ولی اللہؒ سرحد شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ سے علوم حدیث میں تکمیل فرمائی۔

دینی تدریسی خدمات اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے شرف ملاقات : علم ظاہری و باطنی سے آراستہ ہونے کے بعد اپنے آبائی علاقہ میں درس تدریس کے ساتھ ساتھ مسجد کی امامت اور خطابت کے فرائض مدت مدید تک نبھاتے رہے۔ صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں اور افغانستان، تک کے طلباء اپنی علمی پیاس بجھانے کیلئے آپ کے ہاں حاضر ہوتے۔ آپکے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ ابو حنیفہ ہند حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ جیسی عبقری علمی شخصیت سے آپ کو شرف ملاقات حاصل ہوئی۔ صندل بابا کی طبعیت میں گوشہ نشینی اور عزلت پسندی کا غلبہ تھا۔ نام ونمود اور شہرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے یہی

وجہ ہے کہ آپ کی عظمت وقدامت اور علمی وروحانی شان سے بیس تیس برس قبل تک بہت ہی کم لوگ واقف تھے۔ کچھ عرصہ قبل آپ کو اپنے شیخ سنڈا کی بابا کی خواب میں زیارت ہوئی۔ جنہوں نے آپ کو عوام الناس کی رہنمائی کیلئے گوشہ نشینی ترک کرنے کا کہا۔ اسکے بعد آپ نے ملک کے مختلف بڑے اہم شہروں اور علاقوں کے تبلیغی دورے کیے۔ میری یاد کے مطابق ماضی قریب میں پہلی دفعہ ۲۰۰۴ء میں مادر علمی دارالعلوم حقانیہ کو قدوم میمنت سے نوازا اس موقع پر دارالحدیث میں طلباء کو اجازت حدیث کے ساتھ ساتھ اصلاحی بیان سے بھی نوازا پھر ۲۰۰۶ء میں مولانا سمیع الحق کی دعوت پر راولپنڈی سے واپسی پر حقانیہ تشریف لائے اور دارالعلوم کی قدیم مسجد میں منبر پر جلوہ افروز ہوکر مختصر وعظ ونصیحت سے حاضرین کے دلوں کو معمور فرمایا۔

حقانیہ میں طلباء کو وعظ ونصیحت: اس وعظ کے دوران طلباء کو مخاطب کرتے ہوئے ذیل کی چھ نصیحتیں بھی کیں:

☆ فراغت علوم کے بعد جہاں تک ممکن ہو صرف اور صرف درس و تدریس کے میدان میں اپنی توانائیاں بروئے کار لائیں۔ ☆کسی بھی دین دار اہل اللہ سے بیعت ہو کر اپنی اصلاح فرمائیں اس کے بغیر دین بچانا بڑا مشکل ہے۔ ☆دین کے جملہ شعبوں کی عزت و احترام کرنا واجب ہے۔☆طلباء کرام یہاں مدرسہ میں اور اپنے علاقوں میں دوسروں کے ساتھ جنگ و جدال سے پرہیز کریں۔اس سے دین کی بھی رسوائی ہوتی ہے اور دنیا میں بھی تباہی کا سامنا ہوتا ہے۔ ☆دین پر سب چیزوں سے زیادہ توجہ دینا۔ ☆دارالعلوم حقانیہ کے آپ پر بڑے احسانات ہیں اس لئے اس کے ساتھ اپنا تعلق اور تعاون زندگی بھر جاری رکھنا۔ چاہے یہ تعلق دعاؤں کے شکل میں ہو اور میں خود تو اس کیلئے ہر وقت دعا گو رہتا ہوں۔ ناچیز کو دونوں دفعہ آمد کے موقع پر خصوصی توجہ اور شفقت سے نوازتے ہوئے اپنی خاص تعویزات اور نقوش سے نوازا۔

آخری وصیت وحالت رحلت: صندل باباؒ نے وفات سے قبل خود غسل فرما کر اپنے جان نشین و فرزند مولانا فضل ودود حقانی کو وصیت فرمائی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو تدفین میں سنت کے موافق تاخیر بالکل نہیں ہونی چاہیے۔اس کے بعد کلمہ پڑھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ ناف پر نماز کی ہیئت میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللھم اغفرہ وارحمہ

رفتم واز رفتنم یك عالمے تاریك شد　　من مگر شمعم جوں رفتم بزم برهم ساختم

شیخ الحدیث خیر المدارس ملتان حضرت مولانا محمد صدیقؒ کا فراق

شیخ الحدیث حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا تلمیذ خاص ،نمونہ اسلاف ،علمی اور دینی حلقوں کی معروف شخصیت ،مایہ ناز کہنہ مشق مدرس، تفہیم وبیان کے خوگر ،عظیم فقیہ جامعہ خیر المدارس کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیقؒ ۱۸ فروری بروز جمعرات اس دنیائے دوں سے رخ موڑ کر عالم بقاء کی طرف کوچ کر

گئے إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون نماز جنازہ اسی روز بعد العشاء قلعہ کہنہ کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں ادا کیا گیا۔ جس میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر مشاہدہ میں آیا۔

راقم کی ملاقات، دارالعلوم حقانیہ اور مولانا سمیع الحق کے بارے میں تاثرات: راقم نے حضرت مرحوم کی زیارت کا شرف ۹ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ بروز جمعہ جامعہ خیر المدارس میں حاصل کیا تھا لیکن وہ ایک ملاقات ایسی تھی کہ......

نہ جانے کس ادا سے میری جانب اس نے دیکھا تھا　　ابھی تک دل میں تاثیر نظر محسوس ہوتی ہے

آپ ایک وہیل چیئر پر تشریف فرما تھے جس کمرہ میں مقیم تھے وہ بیک وقت اقامت گاہ، کتب خانہ ،مہمان خانہ ہر سہ جہت کی تصویر کشی کررہا تھا اس موقعہ پر حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب بھی ہمراہ تھے جنہوں نے آپ سے میرا تعارف فرمایا انتہائی درجہ محبت وشفقت سے پیش آئے دوران مجلس آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی موجودہ کیفیت اور حالات کے بارہ میں پوچھا اور مزید ترقی کیلئے دعائیں دیں پھر عم مکرم مولانا سمیع الحق کے بارے میں فرمایا کہ میری ان سے ایک ہی ملاقات ہوئی ہے ان کے بارہ میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان سے بڑے بڑے کام لے رہا ہے دوران گفتگو احقر نے آپؒ سے بیٹوں کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ ایک یورپ میں مقیم ہے جبکہ دوسرا میری خدمت میں مشغول ہے فرمایا کہ میرا اپنی ذاتی مکان بھی ہے لیکن یہاں مدرسہ میں درس گاہ کی طرف نقل حرکت ،مطالعہ ،اور مہمانوں سے ملاقات وغیرہ کے امور میں زیادہ سہولت رہتی ہے اسلئے یہیں رہائش اختیار کررکھی ہے اس موقعہ پر میں نے ان سے کچھ سوانحی حالات پوچھے جس میں بعض تو مجھے زبانی بتائے اور تفصیلی تحریری شکل میں بھی دیئے جو آگے پیش کئے جائینگے

بخاری شریف کے درسی افادات کی تکمیل کی آخری خواہش

اجازت لینے سے قبل آپ نے مجھے بخاری شریف کے درسی افادات کے مجموعہ سے نوازتے ہوئے فرمایا فی الحال اسکے چھ جلدیں مکمل ہوئیں ہیں بقیہ پر کام جاری ہے اب تو زندگی کی خواہش اسی کام کی تکمیل کیلئے ہی ہے ورنہ وصال مولیٰ تو ہر چیز سے اعلیٰ وبرتر ہے اپنے ساتھ بغل میں اس کام کولیکر جانا چاہتا ہوں تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بہرہ ور ہوجاؤں ۔اللہ اللہ افسوس اب تو ایسی باخدا وباصفا بزرگ عنقاء ہوگئے اب ہم کن کو دیکھیں گے کس کے دیدار وملاقات سے قلب ونظر کو اطمینان حاصل ہوگا

بے کیف مئے ناب ہے معلوم نہیں کیوں　　پھیکی شب مہتاب ہے معلوم نہیں کیوں
ساقی نے دیا تھا جو بعد عرض تمنا　　وہ جرع بھی زیراب ہے معلوم نہیں کیوں
دل آج بھی سینے میں دھڑکتا تو ہے لیکن　　کشتی سے تہہ آب ہے معلوم نہیں کیوں

مختصر سوانح حیات جو بخاری شریف کی شرح الخیر الساری کی ابتداء میں شامل کئے گئے ہیں وہ یوں ہیں ۔

پیدائش وابتدائی تعلیم : آپ حاجی نبی بخش بن اکبر دین بن ابراہیم کے ہاں ستمبر ۱۹۲۶ء کو چک نمبر ۲۵۱ گ۔ب اوگی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں پیدا ہوئے خاندانی طور پر آرائیں قوم سے تعلق تھا پانچ برس کی عمر میں اپنے دیہاتی گاؤں میں عصری تعلیم کا آغاز کیا پرائمری تک پڑھنے کے بعد لوئیر مڈل اور مڈل کی تعلیم بالترتیب چک نمبر ۱۸۲ اور چک نمبر ۱۷۶ کے سکولوں سے حاصل کی اسی دوران قرآن پاک ناظرہ کی تکمیل کا شرف بھی حاصل کیا عصری تعلیم کے دوران اس زمانہ میں فارسیات کا غلبہ تھا جسکی وجہ سے فارسی میں خوب مہارت پائی

دینی علوم کی ابتداء: دینی تعلیم کا باقاعدہ آغاز حضرت مولانا فتح دینؒ جو کہ معروف عالم دین ،علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد خاص حضرت مولانا محمد انوریؒ کے والد تھے کی ترغیب دلانے پر گاؤں ہی کی مسجد میں فاضل مظاہر العلوم سہارنپور مولانا عبدالمجید نورنگ پور سے کیا مبادیات سے کنز الدقائق تک ان سے پڑھیں

جالندھر خیر المدارس سے کسب فیض: بعد ازاں کے بعد مذکورہ الصدر علماء کے سفارشی خطوط لیکر ۱۹۴۳ ء میں مولانا خیر محمد جالندھری کے ہاں مدرسہ خیر المدارس جالندھر پہنچے جہاں داخلہ لیکر چار برس تک وہاں کے مشفق اساتذہ کے زیر سایہ شرف تلمذ حاصل کیا وہاں ہدایہ اولین ،مطول ،ملاحسن اور آثار السنن وغیرہ کی کتب پڑھیں ،تقسیم ہند کے بعد جب حضرت مولانا خیر محمد ملتان تشریف لائے اور اسی قدیم نام سے مدرسہ قائم فرمایا تو یہ ہونہار شاگرد اپنے مربی کی آمد کی اطلاع ملتے ہی انکے دامن شفقت میں پہنچ گئے ۔

تکمیل علوم ،فراغت واساتذہ : دو سال میں تکمیل علوم کر کے ۱۳۶۸ھ کو فارغ التحصیل ہوئے بخاری شریف حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ،ترمذی وابوداؤد شریف حضرت مولانا عبدالرحمان کامل پوری مسلم شریف مولانا مفتی عبداللہ ڈیروی نسائی وموطا ئین اور ابن ماجہ حضرت مولانا عبدالشکور کامل پوری سے کسب فیض کیا۔

خیر المدارس میں طویل تدریسی ودیگر خدمات : سن ۱۳۶۹ھ کو آپ نے معقولات کے تخصص میں دوبارہ اپنے مادر علمی میں داخلہ لیا تو اسی سال خیر المدارس میں بطور معین مدرس تقرر عمل میں آیا پہلے سال آپ تعلیم کیساتھ ساتھ تین اسباق بھی پڑھاتے تھے اگلے سال ۱۳۷۰ کو مستقل مدرس کے طور پر ۶۰ روپے مشاہرہ کے ساتھ مقرر ہوئے طویل تدریسی خدمات کے دوران خیر المدارس میں ۱۰ برس تک دار الاقامہ کے نگرانی کے فرائض بجالائے اسی طرح دس برس تک دار الافتاء میں مسند افتاء کو رونق بخشی موجودہ مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری کے دور اہتمام میں ۱۰ برس تک خیر المدارس کے نظامت کے فرائض بطریق احسن نبھاتے رہے ۔تقریبا ۲۸ برس تک بحثیت شیخ الحدیث بخاری شریف کا درس دیا تقریبا سات دہائیوں (ستر برس) تک اپنی مادر علمی میں تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد یہ سورج گذشتہ دنوں غروب ہو چلا ۔

حضرت مولانا عبدالمجید حقانیؒ

دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل ،صوفی منش بزرگ ،شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے تلمیذ خاص مولانا عبدالمجید ۲۲ فروری ۲۰۱۶ء ،بشب پیر بوقت تہجد اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے إن للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ مرحوم فنا فی اللہ متواضع ،سنت پر ہر حال میں عمل کرنے والے اور اپنی مادر علمی سے والہانہ محبت رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے نماز جنازہ دو بجے گوہاٹی صوابی کے قریب موضع باچائی میں احقر کی امامت میں ادا کیا گیا جس میں گردونواح کے سینکڑوں لوگوں نے شرکت کی۔

پیدائش وخاندانی پس منظر: آپ کی پیدائش ۲۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ موضع قدرہ گدون میں مولانا عبدالحکیم کے گھر میں ہوئی آپ کے دادا حاجی احمد گل موضع شاہ منصور کے ایک مسجد میں خطابت کے فرائض بجا لانے پر مامور رہے ،انتقال کے بعد عقیدت مندوں کی خواہش پر تدفین بھی وہی کی گئی آپ کے ایک جد امجد مولانا حمید گل بہت بڑے عالم گزرے ہیں جو مہوڈھیری میں رہائش پذیر تھے ''قضائے عمری'' کا رواج اس زمانہ میں عام تھا انہوں نے اپنے وقت کے بڑے گدی نشین پیروں کے ساتھ اس کے بطلان پر مناظرہ کیا اور غلبہ پایا اس حق کی پاداش میں مقامی خوانین کے ذریعہ انہیں علاقہ بدر کیا گیا سو آپ پھر کوہاٹ میں آباد ہوگئے وہیں پر ان کا مرقد مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

تعلیم ،فراغت ،قادیانیت کا تعاقب اور دیگر دینی خدمات: مولانا عبدالمجید نے اپنے دینی تعلیم کی ابتداء پشاور کے قدیم مدرسہ رفیع الاسلام بھانہ ماڑی سے کیا پھر سوات کے مختلف علاقوں میں ایک عرصہ تک جید علماء سے کسب فیض پایا اور بالآخر دارالعلوم حقانیہ میں ۱۳۶۹ھ کو داخلہ لیکر تحصیل علم میں مگن ہوئے ۱۳۷۳ھ کو فراغت پائی تفسیر میں حضرت مولانا عبدالہادی شاہ منصور اور حضرت مولانا محمد طاہر پنج پیر ہر دو اساتذہ سے استفادہ کیا۔تصوف وسلوک میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے بیعت ہوئے ،عملی زندگی میں موضع فردوس آباد ،جہانگیرہ اور باچائی وغیرہ میں آپ نے ایک طویل عرصے تک لوگوں کی دینی رہنمائی اور درس وتدریس کے ساتھ ساتھ امامت کے فرائض انجام دیئے۔صوابی اور مردان میں قادیانیت کا تعاقب کرنے والی شخصیات میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔ایک دفعہ کسی مقامی قادیانی خان کی وفات پر اس کے ورثا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اسے پاؤں میں رسی باندھ کر کھینچے تاکہ لوگ اس کے غلط عقیدے پر متنبہ ہو۔پاکستان ٹوبیکو کے سابقہ ڈائرکٹر نواب محمد سلیم (جو پیر طریقت نواب عشرت علی خان قیصرؒ کے چھوٹے بھائی تھے) نے قادیانیت کے آپریشن اور اس شجرہ خبیثہ کے رد میں مولانا عبدالمجید صاحبؒ سے بھر پور استفادہ

کیا۔یاد رہے کہ نواب مذکور امریکہ میں ختم نبوت کے بڑے معاون تھے ان کی دعوت پر وہاں بہت سارے لوگوں نے قادیانیت سے رجوع اور توبہ کیا۔ایک دفعہ عبدالمجید صاحب شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے پاس دو ساتھیوں عبدالغفور اور قاری حسین خان کو بیعت کروانے لائے تو شیخ الحدیثؒ نے بیعت کرنے والے حضرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ عبدالمجید تو ولی اللہ ہے اس سے بیعت کرنی چاہئے تھی قارئین اس سے مرحوم کی عظمت وکمال معلوم کرسکتے ہیں آج ہم اس دُرّ یکتا سے محروم ہوگئے۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کے بارے میں تاثرات: ایک مرتبہ احقر نے آپؒ سے دادا جان کی شخصیت کے بارے میں ان سے پوچھا تو فرمایا کہ وہ صاحب کشف انسان تھے جب ہم ان سے پڑھتے تھے تو ان کی درسگاہ میں یہ ضابطہ تھا کہ دوران درس کوئی سوال نہیں کرسکتا تھا ایک دفعہ میرے دل میں کوئی سوال آیا اور پھر میں نے اپنے دل میں ہی خود سے کہا کہ اگر میں سوال کروں گا تو ضابطہ کی خلاف ورزی ہوگی اور اگر نہ کروں تو درس کے اختتام پر بھول جاوں گا اس پر شیخ الحدیثؒ نے اسی وقت میری طرف دوران درس متوجہ ہوکر کہا کہ عبدالمجید اس ضابطہ سے مستثنٰی ہے۔فرمایا کہ ایک دفعہ کھیرے کی کئی بوریاں کوئی زمیندار شیخ الحدیث کے پاس ہدیۃً لایا تھا تو میرے دل میں آیا کہ ایک بوری مجھے بھی مل جائے تو گھر لے جاؤں گا لیکن اس بات کا اظہار حیاء کی وجہ سے مشکل تھا لہٰذا بادل نخواستہ اجازت لیکر جب دروزاہ تک پہنچا تو مولانا صاحب نے مجھے واپس بلاکر کہا کہ اگر ایک بوری تم لے جاؤ تو خوب ہوگا۔جب شیخ الحدیثؒ حیات شیر پاؤ ہسپتال میں مرض وفات کے دوران داخل تھے تو عبدالمجید صاحب نے آپ سے کسی مسئلہ کے بارہ میں استفسار فرمایا جس پر انہوں نے فرمایا کہ رائی العلیل علیل"یعنی بیمار کی رائے بھی بیمار وکمزور ہوتی ہے۔"ملاقات کے اختتام پر اجازت لیتے وقت خلاف عادت مصافحہ کے دوران انہوں نے میرے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دیر تک روکے رکھے جس سے معلوم ہوا کہ شیخ الحدیثؒ کا دنیا سے چل چلاؤ کا وقت آگیا ہے میں نے (عبدالمجید) اسی وقت اپنے ساتھیوں سے کہا کہ شیخ الحدیثؒ نے مجھ سے ہمیشگی کی رخصت لے لی۔

لواحقین: افسوس مولانا عبدالمجید صاحب بھی آج ہم سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوچکے ہیں۔عمر کے آخری ایام میں کتاب کا مطالعہ کرتے وقت اکثر یہ شعر زبان پہ رجاری رہتا۔

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ماھمچناں دراول وصف تو ماندہ ایم

آپ کے لواحقین میں تین بیٹے جناب عبدالحلیم،جناب عبداللطیف،جناب عبدالرشید،اور تین بیٹیاں ہیں۔

حضرت مولانا محمد اکبر حقانیؒ عرف گنڈھیری مولانا صاحبؒ

گزشتہ کئی ماہ سے علمی دنیا گردش دوراں میں ہے، بلاتعطل ہر ہفتہ دس روز میں کوئی نہ کوئی عظیم علمی وروحانی سپوت رخت سفر باندھ کر اہل اسلام کو داغ فراق دے رہا ہے حضور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے علامات قیامت میں گردانا ہے اللہ تعالیٰ امت کے حال پر رحم فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ضمن میں ۲۴ فروری ۲۰۱۶ء بروز بدھ دارالعلوم حقانیہ کے ابتدائی دور کے ایک فاضل مولانا محمد اکبر صاحبؒ کی رحلت سے حقانی برادری کو کوہ غم کا سامنا کرنا پڑا فلنصبر ولنحتسب اللھم وسع مدخلہ وبرد مضجعہ آپ نے پوری زندگی دین کی تبلیغ ،نشرواشاعت اور قال اللہ وقال الرسول ﷺ میں بسر کی ۔مادر علمی سے آخر عمر تک اپنی وابستگی نبھاتے رہے دارالعلوم کے ابتدائی دور میں چارسدہ کے مختلف علاقوں میں اس کا تعارف اور صاحب ثروت لوگوں سے چندہ کے حصول میں بھی بھرپور خدمات انجام دیئے۔

ولادت ،تعلیم ،فراغت اور دینی خدمات: آپ تحصیل تنگی کے امیر آباد نامی دیہات میں الف نور صاحب کے ہاں پیدا ہوئے قومیت کے اعتبار سے اخونزادہ خٹک تھے پانچویں جماعت تک عصری تعلیم پانے کے بعد ان کے والد نے دینی تعلیم کے حصول کے لئے سہارنپور کے معروف مدرسہ مظاہر العلوم بھیجا جہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور دیگر اساطین علم کی تربیت میں رہنے کی سعادت حاصل کی ،اس مدرسہ میں آپ کا نام مولانا الیاسؒ اور مولانا زکریاؒ نے ''اکبر نور'' کے بجائے محمد اکبر قرار دیا۔بعد ازاں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا تقسیم ہند تک وہاں پڑھنے کے بعد پھر دارالعلوم حقانیہ کے قیام پر اکوڑہ خٹک پہنچ گئے ۱۹۵۲ء میں فارغ التحصیل ہوکر دستار فضیلت حاصل کی آپ فرماتے تھے کہ جب مولانا احتشام الحق تھانوی میری دستار بندی فرمارہے تھے تو شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نے انہیں فرمایا کہ یہ ہمارا چھوٹا شاگرد ہے اس کے لئے دعا کیجئے جس پر تھانوی صاحب نے فرمایا کہ چھوٹا تو ہے مگر کھوٹا تو نہیں ۔آپ نے فراغت کے بعد تیرہ برس گل آباد کی مسجد ،تیئس برس پیپل مسجد اور دس سال تک محلہ اردگان کی مسجد میں امامت کے فرائض کیساتھ ساتھ درس وتدریس جاری رکھی ۔دارالعلوم ترنگ زئی میں بھی ایک عرصہ مصروف درس رہے ،غرض پوری عمر دین کے نشرواشاعت میں صرف کی گزشتہ ایک سال سے علالت کی وجہ سے درس وتدریس موقوف ہوگئی تھی اس سے قبل مسلسل دینی تعلیم کی خدمت میں مصروف عمل رہے ۔قومی تنازعات ،خانگی جھگڑوں میں ہمیشہ تصفیہ اور مصلحانہ کردار کی وجہ سے علاقہ بھر میں نمایاں مقام کے حامل رہے، سادگی اور تواضع کی بنیاد پر آخر عمر تک سائیکل ہی پر سواری کو ترجیح دیتے رہے۔

عافیت وتسکین کا جامع وظیفہ: آپؒ اکثر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کا ایک خاص وظیفہ عافیت وتسکین اور روحانی بالیدگی کیلئے نقل فرماتے تھے، کہ آپؒ نے فرمایا کہ مجھے میرے استاد ولی کامل مولانا میاں اصغر حسین دیوبندیؒ سے یہ وظیفہ ملا ہے جو کہ میری طرف سے تمام مسلمانوں کو صبح وشام اس ترتیب سے پڑھنے کی اجازت ہے ان شاء اللہ پریشانی اور فتنوں کے اس دور میں بے حد مفید ہے۔

(۱):نماز میں پڑھنے والا درود شریف ۔(۲):اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم (۳)بسم اللہ الرحمن الرحیم (٤)اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق(٥)سورۃ الاخلاص (قل ھواللہ احد ......) (٦)سورۃ الفلق (قل اعوذ برب الفلق......)(۷)سورۃ الناس (قل اعوذ برب الناس)(۸)فاللہ خیر حافظاً وھوارحم الراحمین(۹)ان اللہ قد احاط بکل شئی علماً(۱۰)نماز والا درود شریف یہ تمام اسی ترتیب پر تین تین مرتبہ پڑھنا اور پھر ہتھیلیوں پر پھونک کر جسم پر پھیر دیں۔ یہ وظیفہ ان شاء اللہ مرحوم کے لئے دیگر اعمال حسنہ کی طرح صدقہ جاریہ ہوگا۔

مرحوم کا نماز جنازہ دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور انکے جانشین مولانا عارف صاحب نے اگلے روز ۱۱ بجے تنگی کالج کے گراونڈ میں پڑھایا، جس میں ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔

حضرت مولانا عبیداللہ اشرفیؒ کی یاد میں

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

اہل پاکستان جن شخصیات کے زیر احسان ہیں ان میں ایک نام مولانا مفتی محمد حسنؒ کا ہے جنہوں نے ملک کے نظریاتی تشخص کی حفاظت کیلئے برصغیر کی تقسیم کے بعد یہاں مسلمانوں کی دینی ضروریات کیلئے جامعہ اشرفیہ کے نام سے قلب پاکستان لاہور میں ایک عظیم دینی یونیورسٹی قائم فرمائی یہ ادارہ گزشتہ ۷۰ برس سے زندگی کے متنوع میدانوں کیلئے عظیم رجال کار تیار کررہی ہے یہاں سے فارغ التحصیل علماء سیاسی، دعوتی، تدریسی، اصلاحی، روحانی، تصنیفی اور عصری تعلیم کے شعبوں میں بھرپور خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مفتی حسنؒ کے انتقال کے بعد اس ادارے کے روح رواں آپ کے فرزند اکبر مولانا مفتی عبیداللہ اشرفیؒ مقرر ہوئے جنہوں نے ۵۵ برس تک اہتمام کے فرائض بطریق احسن نبھائے افسوس کہ آپ مختصر علالت کے بعد بروز جمعہ ۱۱ مارچ ۲۰۱۶ علی الصبح چار بجے ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنا اخروی سفر شروع کر چکے ہیں إنا للہ وإنا إلیہ راجعون مرحوم، بقیہ السلف، عالم، درویش مزاج، بالکل سیدھے سادھے، چہرے پر وقار اور نوری جھلک، بارعب وپراثر، شخصیت کے مالک تھے آپ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی

تربیت میں رہنے والے ان لوگوں میں شامل ہیں جن کو بچپن ہی میں حضرت تھانویؒ نے خلاف معمول بیعت کروایا۔ قحط الرجال اور علمی اضمحلال کے اس دور میں آپ جیسے عالم ربانی امت کے لئے مشعل راہ تھے۔ گزشتہ چند ماہ سے اساطین علم وعمل کے چل چلاؤ میں جو تیزی آئی ہے اُس سے امت مسلمہ کو بالعموم اور پاکستانی مسلمانوں کو بالخصوص بڑے خسارے کا سامنا ہے حدیث کے رو سے یہ صورت حال علامات قیامت میں شمار کی گئی ہے بہرصورت یہ تو تقدیری فیصلیں ہیں جن سے چٹکارا ممکن نہیں، تاہم مولانا اشرفی مرحوم کے زندگی کا سب سے اہم سبق میرے خیال میں یہی ہے کہ اکابرین کے دیئے ہوئے علمی ورثہ کو مضبوطی سے تھام کر اسے آنے والے نسلوں تک پہنچانے میں اپنی تمام تر صلاحیات بروئے کار لاکرتم نہ صرف اپنا فرض منصبی بجالاؤ گے بلکہ زندہ وجاوید بھی ہو جاؤ گے۔

دولت جاوید یافت ہر کہ نیکونام زیست　　　　کزعقبش ذکر خیر زندہ کند نام را

آپؒ کی مختصر سوانح کچھ یوں ہیں ۱۳۳۶ھ کو امرتسر میں پیدا ہوئے آپ کے والد حضرت مولانا مفتی حسن امرتسریؒ حضرت تھانویؒ صاحب کے اجل خلفاء میں تھے جو امرتسر کے مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس اور مہتمم تھے۔ مولانا عبید اللہؒ نے قاعدہ کا افتتاحی درس حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ سے پڑھنے کی سعادت حاصل کی پھر ناظرہ اور حفظ القرآن حضرت قاری کریم بخشؒ سے کیا صرف، نحواور فارسیات کی کتابیں مولانا محمد یوسفؒ سے پڑھیں کافیہ سے منتہی کتب تک میں اپنے والد ماجد صاحبؒ سے کسب فیض پایا، آپکو یہ شرف بھی حاصل رہا کہ قاعدہ سے لیکر درجہ علیا کے تقریبا تمام کتب کے افتتاحی اسباق حضرت تھانویؒ سے تبرکاً پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند پہنچے جہاں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ، مولانا اعزاز علیؒ، مولانا نافع گلؒ اور مولانا مفتی شفیعؒ سے پڑھ کر سند الفراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد والد صاحب کی سرپرستی میں تدریسی زندگی کا آغاز کیا تقسیم ہند تک وہیں مشغول رہے، پھر پاکستان آکر کچھ عرصہ کاروبار سے منسلک رہے بعد ازاں ۱۹۴۹ء میں جامعہ اشرفیہ میں تدریس شروع کی جو کہ وفات تک جاری رہی۔ حضرت تھانویؒ کی بھرپور توجہات کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ان سے دین کا بڑا کام لیا آپ کے والد کے سوانح میں مرقوم ہے کہ مولانا عبید اللہ کو ابتداء میں پڑھائی کا زیادہ شوق نہ تھا جس پر مفتی صاحب نے حضرت تھانویؒ سے شکایت کی تو انہوں نے اپنی خداداد بصیرت سے یہ پیشن گوئی فرمائی کہ "ان شاء اللہ بھاگتے بھاگتے عالم ہوجائے گا"

جامعہ دارالعلوم حقانیہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے ساتھ آپکا بھرپور تعلق عمر بھر قائم رہا دارالعلوم حقانیہ کے دستار بندی کے جلسوں میں اکثر اوقات شرکت کرتے تھے خط

وکتابت کا سلسلہ بھی رہا اس سلسلہ کا ایک خط پیش ہے جس میں مولانا اشرفیؒ نے علماء دیو بند پر کیچڑ اچھالنے والے لوگوں کے تعاقب پر مولانا سمیع الحق صاحب نے توجہ دلائی۔

آپ لکھتے ہیں کہ" اس حقیقت کو جھٹلانا نہایت مشکل ہے کہ برصغیر (جو آج مختلف حصوں میں بٹ چکا ہے) میں اسلامی علوم وفنون عقائد واعمال اور تہذیب واخلاق کی حفاظت کا کام اللہ تعالیٰ نے علماء دیو بند سے لیا ، یہ جماعت حقہ جس نے طویل اور صبر آزما جدوجہد کی اور مصلحان قوم اور ملت کے سرمایہ کو اغیار کے دست وبرد سے بچایا آج ایک نئی آزمائش کا شکار ہے وہ یہ کہ اس جماعت کے خلاف حریفانہ طرز عمل رکھنے والے افراد اور عناصر جنہوں نے اس مظلوم طبقہ کی تکفیر میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور حرمین تک کے علماء کو دھوکہ دینے کی کوشش کی اب تاریخی بددیانتی اور خیانت پر اترے ہوئے ہیں اور دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش ہے کہ دیو بندی المسلک علماء انگریز کے حاشیہ نشین ، آزادی کے دشمن اور ملی امور سے گریز کرنے والے تھے گویا پہلے تو عقائد واعمال کی دنیا میں کذب بیانی اور خیانت سے کام لیا جاتا تھا تو آجکل تاریخ نشانہ ستم بنی ہوئی ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ جس طرح وہ اس مہم میں ناکام ہوئے جسکی واضح نشانی اہل حق کا بدستور پھلنا پھولنا اور ان کے اداروں کی تعمیر وترقی ہے اسی طرح یار لوگ تازہ مہم میں بھی ناکام ہوں گے البتہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور بعد ودوری اور آپس کے الجھاؤ کو ختم کر کے اکابر کے پاکیزہ طریق کے مطابق مل جل کر دین حق کی خدمت سرانجام دیں"۔

ہم اصاغر کے ساتھ بھی ان کا تعلق عمر بھر حد درجہ مشفقانہ رہا جب بھی ہم جامعہ اشرفیہ لاہور انکے چھوٹے بھائی حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب کے ہاں جاتے تو ان سے بھی ملاقات ضرور ہوتی جس میں آپ محبت وشفقت کے ساتھ ساتھ ظریفانہ انداز سے نصائح سے نوازتے تھے۔نماز جنازہ میں آپ کے بڑے بیٹے مولانا ارشد عبید صاحب نے پڑھایا جس میں ہزاروں علماء وصلحاء ان کے تلامذہ اور دیندار عوام نے شرکت کی عم محترم حضرت مولانا انوار الحق صاحب برادر مکرم مولانا حامد الحق ،امیر جمعیۃ علماء اسلام کے پی کے کے مولانا سید یوسف شاہ بھی شریک جنازہ تھے ، دوسرے روز حضرت مولانا سمیع الحق صاحب جمعیۃ علماء اسلام اور دارالعلوم حقانیہ کے ایک بڑے وفد کے ہمراہ تعزیت وفاتحہ خوانی کیلئے تشریف لے گئے ۔تیسرے روز احقر بھی جماعتی وفد کے ساتھ لواحقین اور مولانا فضل الرحیم صاحب سے تعزیت کے لئے حاضر خدمت ہوا۔اللھم اسکنه فی الفردوس الاعلیٰ امین

مولانا عبید اللہ صاحب کے اولاد میں پانچ فرزند مولانا ارشد عبید،حافظ احمد ،حافظ اسعد،حافظ اجود،امجد اور دو بچیاں ہیں۔

مولانا حذیفہ وستانوی *

مدارس میں علمی زوال کے اسباب اور حل

اللہ رب العزت کا ہم جتنا شکر ادا کریں کم ہے، اس لیے کہ اس رب کریم نے ہمیں محض اپنی فضل و کرم اور اپنی خصوصی عنایتوں سے اپنے دین متین کی آبیاری کے لیے منتخب کیا، حالاں کہ اللہ رب العزت تو سراپا بے نیاز اور غنی ہے، اس کو کسی کی حاجت وضرورت نہیں، اگر وہ چاہے تو بغیر کسی سبب کے بھی اپنی دین کی حفاظت کرسکتا ہے، مگر دنیا کے دارالاسباب ہونے کی وجہ سے اللہ نے بھی دین کی حفاظت کے لیے اسباب مہیا کئے۔ اس کا کوئی یہ مطلب ہرگز نہ نکالے کہ اللہ اسباب کے اختیار کرنے کا (العیاذ باللہ) مکلّف ہے کیوں کہ اگر وہ چاہے تو بغیر اسباب و وسائل کے بھی دارالاسباب ہونے کے باوجود اپنی مشیت کو نافذ کردے، جس کی ہزاروں امثلہ، صفحات تاریخ پر موجود ہے، ہاں البتہ بندے کے لیے اسباب کا اختیار کرنا ضروری ہے، اس کو تو اس کے بغیر چارۂ کار نہیں لہٰذا اگر خدا نا خواستہ ہم دین متین کی حفاظت نہ بھی کریں تب بھی اللہ کے دین پر کوئی آنچ آنے والی نہیں ہے، ہمیں اپنے آپ کو خوش قسمت گردانا چاہیے کہ بغیر کسی مطالبہ کے رب ذوالجلال والاکرام نے ہمیں دین کی حفاظت کے لیے منتخب کیا؛ اب اگر ہم نے اس کی قدر نہیں کی تو یا تو اللہ رب العزت ہمیں ختم کر کے دوسری نسل یا قوم سے اپنے دین کی حفاظت کا عظیم کام لے لے گا اور اگر وہ چاہے تو بغیر کسی کے تعاون اور بغیر کسی سبب کے خود ہی اپنے دین کی حفاظت کریگا۔ اللہ ہمیں صحیح طور پر حصول علم کے لیے محنت اور اس پر اخلاص کیساتھ عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ یہ دنیا دارالاسباب ہے اور بندہ اسباب کو اختیار کرنے کا مکلّف ہے، جب ذات باری تعالیٰ عدم احتیاج کے باوجود بندوں کی تعلیم کے لیے اسباب اختیار کرتے ہیں تو بندہ تو بدرجۂ اولیٰ اس بات کا مجاز ہے کہ وہ کسی بھی قسم کی ترقی یا تنزلی کے اسباب کو معلوم کرے اور ترقی کے اسباب اختیار

* جامعہ اکل کوا، ہندوستان

کر کے اپنی فطرت کو تسکین دے اور تنزلی کے اسباب سے اجتناب برتے۔ تو آیئے! اب ہم انحطاط علمی کے

اسباب کو معلوم کریں اور ان اسباب سے اجتناب کی بھرپور کوشش کریں، کیوں کہ بندے کے بس میں یہی ہے کہ وہ اسباب ترقی کو معلوم کرے اور اسے اپنائے اور اسباب تنزلی کو معلوم کر کے اس سے اجتناب کرے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق مرحمت فرمائے اور قدم قدم پر ہماری نصرت اور تائید کرے۔ آمین یارب العالمین!

علمی استعداد پیدا نہ ہونے کے اسباب:

(۱) نیت میں اخلاص کا فقدان (۲) علم کی حقیقت، مقصد، ہدف مصدر اور تقسیم سے ناواقفیت (۳) علم کے مطابق عمل کا نہ ہونا (۴) جہد مسلسل کی ناپیدگی (۵) ادب کا فقدان (۶) سنن مستحبات اور فرائض سے اعراض (۷) وقت کو صحیح استعمال میں نہ لانا (۸) اخلاق حمیدہ سے فرار (۹) صحیح توجہ اور طلب کا فقدان (۱۰) ادائیگی حقوق سے صرف نظر (۱۱) مطالعہ کی قلت (۱۲) کھیل کود سے دلچسپی (۱۳) موبائل میں انہماک (۱۴) اساتذہ کی غیبت (۱۵) فسادانہ ذہنیت (۱۶) بازاروں کے طواف (۱۷) بروں کی صحبت (۱۸) متکبرانہ اور عناد پسند ذہنیت (۱۹) انتظامیہ سے بے جا گلہ (۲۰) سہولت پسندی (۲۱) ذہنی و جسمانی صحت کا خیال نہ رکھنا۔ (۲۲) زیب و زینت کی عادت۔

(۱) **نیت میں اخلاص کا فقدان:** کسی بھی عمل میں ترقی اور قبولیت کے لیے نیت کا درست ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی لیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إنما الأعمال بالنيات (اعمال کا دارومدار نیت پر ہے) یعنی اگر کسی بھی عمل میں نیت صحیح ہوگی تو ثواب ملے گا اور ترقی ہوگی اور اگر نیت درست نہ ہوگی تو نہ ثواب حاصل ہوگا اور نہ ترقی۔ لہٰذا ہمارے طلبہ اور ان کے والدین کو حصول علم کے وقت رضائے الٰہی کی نیت کرنی چاہیے۔ حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے طلب علم کے واقعہ کو بیان کیا جس میں خاص طور پر ان کے والد محترم کی نیت کو بیان کیا ہے کہ گویا ان کی علمی قابلیت کے پیچھے ان کے والد صاحب کی نیت کو بڑا دخل تھا، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ مگر افسوس کے آج نہ پڑھنے میں دل لگتا ہے، نہ صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ نیت کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

(۲) **علم کے مالہ وماعلیہ سے ناواقفیت:** علم یہ جہل کی ضد ہے۔ علم کی لغوی تعریف: "ادارک الشيء على ما هو عليه إدراكا جازما" (کتاب العلم) یعنی کسی چیز کی حقیقت کا یقین کے ساتھ ادراک کرنا اور جاننا۔ اور بعض نے کہا: "الصورة الحاصلة في الذهن" ذہن میں سمانے والی کوئی بھی صورت۔

اقسام علم: محمد بن صامل سلمی اپنی مایہ ناز تصنیف لطیف' منهج كتابة التاريخ الاسلامی میں تحریر فرماتے ہیں: علم کے معنی عام کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: علم نظری وعلم عملی۔

علم نظری کہتے ہیں: صرف اشیاء کے ظاہر کے جاننے کو جیسے موجودات عالم کا علم۔

علم عملی کہتے ہیں: وہ علم جس پر عمل کرنا ضروری ہو۔ اگر عمل ہو تو ہی مکمل ہوتا ہے جیسے عبادات کا علم، شریعت کا علم۔

علم کی ایک اور تقسیم: علم شرعی اور علم غیر شرعی۔

علم شرعی: شریعت مطہرہ کو جاننے کا کہا جاتا ہے۔

علم غیر شرعی: شریعت کے علاوہ دیگر چیزوں کی معلومات کو کہا جاتا ہے۔

علم شرعی کی تقسیم: علم شرعی کی حکم کے اعتبار سے دو قسمیں: ''فرض علی الکفایہ'' اور ''علم شرعی فرض عین''۔

''علم شرعی فرض عین'' تو کہا جاتا ہے، اس علم کو جس کا جاننا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

سب سے پہلے عقائد کا علم یعنی اللہ' رسول' ملائکہ' جنت' جہنم' قیامت' حشر ونشر' میزان' صراط' حوض کوثر' شفاعت' تقدیر' قرآن سے متعلق بنیادی اور اساسی معلومات جس سے آج امت کا بہت بڑا طبقہ نا واقف ہے، جس کی وجہ سے بے دینی اور اباحیت پسندی، فیشن پرستی، فحاشی، مداہنت، سیکولرزم، بدعات وخرافات، مغربی کلچر اور دیگر غیر اسلامی کلچر کے دلدل میں پھنسا چلا جارہا ہے۔ اللہ سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور ہم سب کو محفوظ رکھے۔

اسی طرح عبادات مفروضہ کا علم۔ مثلاً نماز وروزہ کے فرائض، واجبات، سنتیں مستحبات، مکروہات، مفسدات وغیرہ۔ اگر مالدار ہے تو زکوۃ اور حج کے ضروری مسائل اگر تاجر ہے تو اسلام کا طریقۂ تجارت اور لین دین کے مسائل۔ اگر ملازم اور مزدور ہے تو کرایہ کے مسائل۔ اگر طالب علم ہے تو طلب علم کے مسائل وغیرہ؛ یہ تو ہوا وہ علم جو فرض عین ہے۔

''فرض کفایہ'' یعنی مسافت سفر کے برابر علاقہ میں اس علاقہ کے ایک آدمی کا ابواب شریعت سے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل کا جاننا ضروری ہے؛ ورنہ پورے علاقہ کے مسلمان گنہگار ہوں گے۔ آج دنیا میں کتنے ایسے خطے ہیں جہاں دور دور تک کسی مسائل بتانے والا کا کوئی اتا پتا نہیں۔

یہ بات ہمیشہ ملحوظ رہے کہ قرآن وحدیث میں جس علم کی فضیلت بار بار آئی ہے، وہ علم شرعی ہے؛

جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں اور دیگر محدثین وفقہاء نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔ ہاں! البتہ جو علوم علم شرعی کے لیے وسائل کی حیثیت رکھتے ہیں، وہ اس فضیلت سے خارج نہیں؛ مثلاً علم نحو، علم صرف، علم بیان، علم بلاغت، علوم عربیہ وغیرہ؛ مگر علوم معاش اس میں داخل ہی نہیں۔

علوم کی ایک تقسیم حق وباطل کے اعتبار سے بھی ہے: "علوم حقہ" اور "علوم باطلہ"۔ علوم حقہ مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ وغیرہ؛ اور علوم باطلہ جیسے علم سحر، علم شعبدہ، علم نجوم وغیرہ۔

اسی طرح علم کی ایک تقسیم نفع اور ضرر کے اعتبار سے بھی ہے: "علوم ضارہ" اور "علوم نافعہ"۔ ہر وہ علم جس کے ذریعہ باطل طریقہ یا باطل نیت وارادہ سے دنیا طلبی یا جاہ طلبی مقصود ہو، وہ علم "علم ضار" ہے۔ اور جس سے رضائے الٰہی کا قصد وارادہ اور شرعی طریقہ ہو اور اس پر عمل ہو تو "علم نافع" ہے۔

خلاصہ یہ کہ فضائل کا حامل وہی علم ہے جو حق ہو، شرعی ہو، نافع ہو اور جس پر عمل ہو۔

اب ذرا ہم اپنے معاشرۂ علما اور طلبہ پر ایک اُچٹتی نگاہ ڈالیں اور خود ہی فیصلہ کریں کہ اس وقت ہماری کیا کیفیت ہے؟ جاہ طلبی اور دنیا طلبی ہم پر مستولی ہو چکی ہے؛ اللہ ہمیں صحیح ہدایت دے اور دنیا وآخرت میں اپنی گرفت اور پکڑ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

امام ابن القیم الجوزیؒ فرماتے ہیں: اگر بندے نے سب کچھ جان لیا اور ہر چیز کی معرفت حاصل کر لی، مگر اپنے پروردگار اور پالنہار کی معرفت نہیں حاصل کی، تو سب کچھ لا حاصل اور بے سود ہے۔ اور اگر اس کو دنیا کی ساری نعمتیں، لذتیں اور شہوتیں حاصل ہو جائے، مگر اللہ کی محبت اور اس کی ملاقات کا شوق اور اس کے دیدار کا جذبہ حاصل نہ ہو، تو یہ سب بھی بے فائدہ اور لایعنی ہے۔ گویا اسے عارضی لذتیں حاصل ہوگئی ہو اور دائمی لذتوں سے محروم اور نامراد ہوا۔ اللہ ہماری مکمل حفاظت فرمائے۔ آمین! (اغاثة اللفهان: ۱/۶۸)

مقصد ومنتہائے علم: علم کے حصول کا مقصد ہی اللہ کی عبادت کا صحیح شرعی طریقہ جاننا، پھر اس پر عمل کر کے حق وباطل کے درمیان تمیز کرتے ہوئے پوری زندگی خود بھی اور دوسروں کو بھی اللہ کی مرضیات کے راستہ پر لانے کی کوشش کرنا اور اس کے غضب وعقاب والے راستوں سے خود بھی اور دوسروں کو بھی روکنا۔ اللہ ہمیں علم کے مقصد کو سمجھنے کی اور پھر اسے اپنی زندگی میں صحیح معنی میں اُتارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

امین مصریؒ فرماتے ہیں: علم کی شان یہ ہے کہ اس کے پاس ایمان نہ ہو تو ایمان اندر داخل ہوتا

ہے اور اس میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اور جب ایمان میں استحکام پیدا ہوتا ہے تو عمل پر بندہ آمادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر علم پر عمل نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ علم بھی ناقص اور ایمان بھی کمزور ہے۔ بلکہ اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں کی مذمت: ''مثل الذین حُمّلوا التوراۃ'' والی آیت کریمہ میں کی ہے اور بتایا کہ علم پر عمل نہ کر نے والے کی مثال، اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لادی گئی ہوں۔ یعنی گدھے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے۔ گویا قرآن نے بے عملی پر ایسے شخص کو گدھے جیسے رذیل جانور سے تشبیہ دی۔ اگر غیر حمیت اور انسانی شرافت ہو تو آدمی اس سے عار اور سبق حاصل کر سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایسے شخص کے لیے جو علم پر عمل نہ کرے اور تحصیل علم کے زمانے میں دنیا کمانے کی نیت کرتا ہو تو ایسوں کے لیے سخت ترین وعید سنائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر کسی شخص نے علم دین کو اس لیے حاصل کرنے کا ارادہ کیا کہ اس کے ذریعہ دنیا کمائے گا تو ایسا شخص جنت کی خوشبو تک نہیں سونگھ سکے گا''۔ (مسند احمد مستدرک حاکم اقتضاء العلم العمل ۱۶۵)

یہ بڑی سخت وعید ہے۔ ہم طلبہ وعلماء کے معاشرے کو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے اور اپنے علم کے ذریعہ آخرت کی فکر اور تیار کرنے کی نیت اور اس کے لیے کوشش کرنا ضروری ہے۔ اللہ ایسی سخت وعیدوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین!

علم کا مصدر وحیِ الٰہی: علم حقیقی صرف اور صرف وہی ہے جو وحی کی صورت میں انسانوں کی ہدایت کے لیے منجانب اللہ حضرت جبرئیل کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء پر نازل ہوا؛ جس کی تعلیم وتعلم کی اللہ نے ہمیں توفیق عطا فرمائی؛ باقی سب محض ظنیات ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس کی قدر کرنی چاہئے اور خوب جدوجہد اور محنت سے حاصل کرنا چاہئے۔ اللہ ہمیں علم کے خاطر مر مٹنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

حصول علم کے وسائل: اللہ رب العزت نے چوں کہ انسان کو علم ہی کی وجہ سے امتیاز بخشا ہے، تو اس کو حصول علم کے ذرائع بھی عطا کیے، اللہ کا فرمان ہے: واللہ أخرجکم من بطون امھتکم لا تعلمون شیئا: اللہ نے تم کو اپنی ماؤں کے پیٹ سے اس حال میں پیدا کیا کہ کچھ بھی نہیں جانتے تھے، مگر تمہیں کان، آنکھ اور دل دیا، تا کہ تم شکر بجالاؤ۔ ایک جگہ پر ارشاد فرمایا: ''وہی ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہیں کان، آنکھ اور دل دیئے؛ تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ اور ایک جگہ پر فرمایا: یقیناً کان، آنکھ، دل، سب کے بارے میں (قیامت کے دن) باز پرس ہوگی۔

خلاصہ یہ کہ اللہ رب العزت نے قوتِ سماع، قوت بینائی اور قوتِ ادراک وفہم اس لیے دیے ہیں، تا کہ اس کے ذریعہ علم حاصل کرے۔ گویا اسی مقصد کے لیے یہ تین عظیم نعمتیں دی گئیں اور قیامت کے دن اس پر باز پرس بھی ہوگی۔ مگر افسوس کہ آج مغرب نے انسان کی ان تینوں طاقتوں کو لہو ولعب اور محرمات شر عیہ میں صرف کرنے کے لیے ایسے آلات ایجاد کیے ہیں کہ جس میں منہمک ہوکر ہماری نوجوان نسل برباد ہوتی چلی جارہی ہے اور دنیا آخرت کی بربادی کا سامان اپنے ہاتھ سے مہیا کررہی ہے۔ مثلاً قوتِ سماع کو قر آن اور اس کے علوم کی تحصیل کے لیے صرف ہوناتھا، مگر اس کی جگہ فحش گانے، قوالیاں، موسیقی اور کہانیوں کے لیے صرف ہورہے ہیں اور آنکھ فلموں اور میچوں اور گیموں کے دیکھنے میں؛ دلْ اللہ کے علاوہ غیر کی محبت میں۔ غرض ٹی وی، موبائل، ویڈیو، انٹرنیٹ کلبوں اور تھیٹروں نے ہمیں تباہ وبرباد کر کے رکھ دیا ہے۔ ہمارے طلبۂ مدارس بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکے؛ رات دن چوری چھپے موبائل میں وقت ضائع کرتے ہیں، یہ وقت نہیں بلکہ اپنی زندگی اور دنیا وآخرت ضائع اور برباد کررہے ہیں!

(۴) **علم پر عمل نہ کرنا:** اس پر کچھ باتیں ذکر ہوچکیں اور مزید تفصیل خطیب بغدادیؒ کی کتاب اقتضاء العلم العمل اور امام ابن رجبؒ کی کتاب فضل علم السلف علی الخلف میں پڑھ سکتے ہیں۔ عنقریب اس کا ترجمہ شاہراہ کے اگلے کسی شمارے میں انشاء اللہ شائع ہوگا۔

(۵) **جہدِ مسلسل کا فقدان:** محنت تو گویا ہمارے طلبہ کی طبیعت سے بالکل ختم ہو چکی ہے۔ مشکل سے ۱۵؍۲۰ رفیصد طلبہ کے علاوہ اکثر طلبہ محنت سے جی چراتے ہیں؛ جو بڑے دکھ کی بات ہے۔ طلبہ کی اس لاپرواہی کو دیکھتے ہوئے مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کہا کہ آج کل مدارس میں جو طلبہ آتے ہیں ان کا حال یہ ہے: دخل حماراً صغیراً و رجع حماراً کبیراً یعنی صرف کھا پی کر بڑے ہوکر چلے جاتے ہیں اور کچھ نہیں۔ اللہ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

(۶) **ادب کا فقدان:** ادب، سلیقہ، شائستگی تو دن بہ دن عنقا ہوتی چلی جارہی ہے۔ نہ استاذ کا ادب، نہ کتاب و مدرسہ کا ادب، نہ درسگاہ کا ادب اور نہ مسجد کا ادب۔ خال خال دس بیس فیصد طلبہ شاید ایسے مل جائیں گے جو با ادب ہوں؛ ورنہ تو بے ادبی تو ایسی کہ اللہ کی پناہ!!! حالاں کہ ادب اور اخلاق تو طالب علم شرعی کے لیے لازمی عنصر کی حیثیت کے حامل ہے۔ اس کے بغیر تو کچھ آہی نہیں سکتا۔ تاریخ میں بے شمار مثالیں اس پر شاہد عدل ہیں۔ جس پر تفصیلی معلومات شاہراہ کے پچھلے کسی شمارے میں آچکی ہے۔

سنن، مستحبات اور فرائض سے فرار:

طلبہ کا حال اب دن بہ دن ابتر ہوتا جا رہا ہے، نہ فرائض کا اہتمام، یہاں تک کے پانچ فرض نمازیں بھی زور وزبر دستی کر کے پڑھوانا پڑتا ہے۔ حالاں کہ ایک مؤمن کی زندگی نماز کے بغیر بیکار ہے اور طالب علم کے لیے تو نماز کا ترک'موت کے مترادف ہے۔ ہمارے اسلاف کا حال یہ تھا کہ طالب علمی کے دور میں نہ نماز جاتی تھی' نہ تہجد چھوٹتی تھی۔ بیس بیس سال تک تکبیر اولی فوت نہیں ہوتی تھی۔ اللہ ہمیں صحیح ہدایت عطا فرمائے۔ آمین! نماز سے پہلے اور بعد کی نہ سنن مؤکدہ ادا کرتے ہیں اور نہ غیر مؤکدہ، نہ وضو اور نہ نماز کے مستحبات و مکروہات کا خیال کرتے ہیں، بلکہ بہت سے طلبہ تو وتر بھی ادا نہیں کرتے؛ کیا نمازوں کو ترک کرنے والوں کو بھی کہیں علم اور اس کا نور حاصل ہوتا ہے؟

(۷) **ضیاعِ وقت:** یہ تو اب ہمارے طلبہ اور معاشرہ کا طرۂ امتیاز ہو چکا ہے۔ راتوں کو دیر تک جاگنا، پھر نہ فجر پڑھنا اور اگر پڑھے بھی تو سوتے سوتے؛ نہ درسگاہ میں توجہ سے بیٹھنا، کھیل کود، سیر وسیاحت اور لغویات میں وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔ کیا ایسے وقت ضائع کرنے والوں کو بھی علمی استعداد پیدا ہو سکتی ہے؟

(۸) **اخلاقِ حمیدہ سے دوری:** اخلاق کے بارے میں تو پوچھئے ہی مت، اتنے رذیل اخلاق کہ جس کی کوئی حد نہیں، نہ راستے پر اخلاق سے چلنا، نہ درسگاہ میں اخلاق سے بیٹھنا، نہ اساتذہ کے ساتھ سے اخلاق سے پیش آنا اور نہ بڑوں کا احترام کرنا، سیٹیاں کسنا، تالیاں بجانا، چیخنا اور چلانا، ہنگامہ آرائی کرنا۔ یاد رکھو! بد اخلاقی بھی' علم کی تحصیل میں بڑی رکاوٹ ہے۔

(۹) **توجہ کا فقدان:** طلبہ اساتذہ کا سبق بھی توجہ سے نہیں سنتے۔ کوئی سوتا ہے، کوئی چپکے چپکے گیم کھیلتا ہے، کوئی ادھر اُدھر جھانکتا ہے، کوئی اپنے خیالات کی دنیا میں گم ہوتا ہے، بے توجہ سے کیا کبھی کسی کو علم حاصل ہوا ہے؟

(۱۰) **حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی:** طلبہ نہ اساتذہ کے حقوق ادا کرتے ہیں، نہ اپنے ماتحتوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ کسی کا قرض لے کر نہ دینا، کسی کی کوئی چیز چھپا دینا اور نہ لوٹانا، کسی کے پیسے دبا لینا، ناحق اپنے ساتھیوں سے مار پیٹ کرنا، یہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہیں۔ کیا اس طرح لوگوں کو ستانے سے علم آجائے گا؟ (جاری ہے)

جناب محمد حسین*

معاشرتی جھگڑے اور حل
سیرت رسول ﷺ کے تناظر میں

جھگڑے یعنی تنازعات کا علم جدید سماجی علوم میں بہت ہی اہمیت کا حامل بن چکا ہے۔ یہ ایک مستقل شعبہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ دنیا بھر کی یونیورسٹیوں اور تحقیقاتی و پالیسی ساز اداروں میں اس پر تدریسی و تحقیقی پروگرامات اور مطالعات اور تحقیقات کا ایک وسیع سلسلہ جاری ہے۔ اس علمی شعبے میں ہونے والی پیش رفت کے نتیجے میں تنازعات کے تجزیات، اصول، اسباب و اثرات، مراحل و صورتیں اور تنازع سے نمٹنے کے اسالیب اور تنازع کے نتائج پر بہت کام کیا جا چکا ہے اور بہت کچھ کیا جا رہا ہے۔ چونکہ دنیا میں اس وقت جاری تنازعات یا تو مسلم ممالک میں ہیں یا ان سے مسلمان وابستہ ہیں، اس لیے اس میں اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کا بھی خصوصی مطالعہ کیا جا رہا ہے اور دہشت گردی، امن، تنازعات سے اسلام کے تعلق کی نوعیت کو جاننے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مجالس مدارس کے پانچوں وفاق کے لیے ادارہ امن و تعلیم کی جانب سے قائم تدریب المدرسین مراکز (Teacher Training Centers) میں دینی مدارس کے اساتذہ کرام اور فضلائے عظام کیلئے ہونے والی پچاس سے زائد تربیتی نشستیں تھیں۔ تحقیقی اور تربیتی دونوں کام کے دوران مجھے تنازعات کے علمی شعبے کے تصورات و اصول اور دنیا کے مختلف ممالک اور اداروں میں اس شعبے میں ہونے والی پیش رفت کو جاننے کا موقع ملا۔ اس دوران میں جب ہم نے سیرت رسول اکرم ﷺ کا خصوصی مطالعہ کیا تو ہمیں بہت مسرت ہوئی کی اتنی علمی پیش رفت کے بعد تنازعات کے علم پر کام کرنے والے ماہرین نے تنازعات سے نمٹنے کے جو اسالیب و طریقے پیش کیے ہیں ان سے متعلق سیرت نبی اکرم ﷺ میں ہمیں واضح رہنمائی ملتی ہے۔ یہاں ہم انتہائی اختصار کے ساتھ تنازع سے نمٹنے کے مختلف اسالیب کو سیرت رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں

---

* ریسرچ سکالر ادارہ امن و تعلیم اسلام آباد

واضح کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں سیرت سے بطور مثال چند مشہور واقعات پیش کیے جا رہے ہیں جو اسلامی تاریخ وسیرت النبی کی تقریباً ساری کتب میں بیان ہوئے ہیں:

تنازع کا مفہوم

تنازع سے کیا مراد ہے۔ ''تنازع'' عربی زبان کا لفظ ہے اور ''نزع'' سے مشتق ہے۔ نزع کا معنی کھینچنا ہے۔ پس دو یا دو سے زائد افراد کا کسی چیز کو اپنی طرف کھینچنا تنازع کہلاتا ہے۔ جبکہ تنازع عام بول چال میں اختلاف، جھگڑے یا کشمکش کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاحی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ تنازع سے مراد کم سے کم دو افراد یا گروہوں کے درمیان ایسا تعلق ہے جن کے مفادات، مقاصد، نظریات یا ضروریات میں حقیقی طور پر یا تصوراتی طور پر تصادم یا عدم مطابقت پائی جاتی ہے۔ مفادات یا نظریات کے تصادم کی بنیاد پر تنازع کے فریق ایک دوسرے کے خلاف ردعمل دکھاتے ہیں۔ عام طور پر تنازع کو امن کا متضاد سمجھا جاتا ہے، حالانکہ امن کا ضد خوف ہے۔ اور تنازع خوف کا ایک اہم سبب ہے۔

کسی بھی تنازع کی صورت حال سے نمٹنے کے طریقے یا اسالیب مختلف ہو سکتے ہیں۔ صورت حال کے مطابق نمٹنے کے انداز مختلف ہو سکتے ہیں اور ان کے تحت تنازع کے نتائج بھی مختلف نکل سکتے ہیں۔ ذیل میں تنازع سے نمٹنے کے مختلف طریقوں اور اسالیب کو بیان کیا جا رہا ہے:

ا) تنازع پر قابو پانا (Conflict Management)

سب سے پہلے ضروری ہے کہ تنازع کو تشدد اور نقصان سے بچانے کیلئے اس پر قابو پالیا جائے۔ متحارب افراد اور گروہوں کو ایک دوسرے پر حملہ کرنے سے روکنے کیلئے ان کے درمیان قانونی، سماجی اور اخلاقی رکاوٹیں پیدا کی جائیں، جن کے نتیجے میں عارضی طور پر امن قائم ہو جاتا ہے۔

ایک موقع پر اہل قبا کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: ہمارے ساتھ چلو تا کہ ہم ان کے درمیان صلح کروائیں۔ (مسند ابی یعلی الموصلی : ٥٤٥٧)

اس طرح ایک جاری تنازع کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جا کر اس پر قابو پالیا، تا کہ اس کو نقصان اور تشدد سے بچایا جا سکے۔

ب) تنازع کا حل نکالنا (Conflict Resolution)

تنازع پر وقتی طور پر قابو پانے کے بعد تنازع کا کوئی نہ کوئی وقتی حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ تنازع کے حل کا مقصد فریقین کی مدد کرنا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کی ضروریات، مسائل اور تنازع کی وجوہات کو سمجھ کر پائیدار حل تلاش کر سکیں۔ اس مرحلے/طریقے کا مقصد فریقین کو کسی ایسے معاہدے یا حل پر راضی کرنا

جس پر دونوں فریق پر مطمئن ہوتا کہ تنازع کا مستقل حل نکالا جاسکے۔

بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کعبہ اللہ میں حجر اسود نصب کرنے کے مسئلے پر قریش کے قبائل کے درمیان کھڑا ہونے والا تنازع اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیش کردہ حل ایک بہترین مثال ہے۔ تمام قبائل یہ سعادت خود حاصل کرنے کے خواہش مند تھے اور اس کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنازع کو بہترین انداز میں حل کرنے کیلئے یہ تجویز پیش کی کہ حجر اسود کو ایک چادر کے درمیان میں رکھا جائے اور ہر قبیلے کا سردار ایک کونا پکڑ کر اسے مطلوبہ مقام پر لے جائے، جہاں اسے نصب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور تنازع حل ہوگیا، جس سے خطرناک لڑائی کا خطرہ ٹل گیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف تنازعات کیلئے مختلف اور مؤثر حل سامنے لائے۔

ج) تنازعات کو بہتر مواقع میں بدل دینا (Conflict Transformation)

تنازع کو بہتر مواقع میں بدلنے کے لیے ضروری ہے کہ تنازع کا کثیر الجہت تجزیہ کیا جائے اور اس کے امکانات کا جائزہ لیا جائے۔ تنازع کی وجہ سے فریقین کے مابین متاثر ہونے والے تعلقات کو بحال کیا جائے، نقصانات اگر ہوئے ہوں تو ان کا ازالہ کیا جائے، نفرتوں کو معافی اور عفو ودرگزر کے ذریعے خوشگوار تعلقات میں تبدیل کیا جائے تاکہ فریقین افہام وتفہیم کے نتیجے میں ایک دوسرے کی صلاحیتوں، استعداد اور وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے ایک ایسے دور کا آغاز کرسکتے ہیں جس میں مذکوہ مسئلہ پر کسی تشدد یا تنازع کا خدشہ نہ رہے۔ دونوں گروہ تنازع کی وجوہات دور کرکے اور مسائل کا حل تلاش کرنے کے بعد تنازع کو عناد اور دشمنی کے بجائے مستقل بنیادوں پر مفاہمت اور دوستی میں بدل دیں۔ اس کے علاوہ اس کا مقصد فریقین کی مدد کرنا ہے کہ وہ تنازع کے صحت مند اور مفید اثرات قبول کرتے ہوئے اس قابل ہوجائیں کہ باہمی تنازعات کے ذیلی مسائل کا حل خود تلاش کرسکیں۔

یہ وہ مرحلہ ہے جب تنازع کے بعد بحالی اور تعمیر نو کا عمل شروع ہوتا ہے۔ اس مرحلہ میں تعمیر نو کا مقصد صرف تباہ شدہ عمارات کی از سر نو تعمیر نہیں بلکہ سماجی، معاشی اور سیاسی ڈھانچے کی تعمیر نو اور تنازع کے شکار فریقین کے درمیان پہلے سے مضبوط اور پائیدار تعلقات استوار کرنا ہے اور نئے امکانات اور مواقع اکا آغاز ہے۔ اس کا مقصد تنازع کی بنیادی وجہ کو سامنے لانا اور فریقین کو کسی ایسے حل کی طرف لے جانا بھی ہے جس کے بعد تنازع کا خدشہ نہ رہے۔

فتح مکہ (۸ ہجری) کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فاتح بن کر شہر میں داخل

ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے وہی لوگ تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے شمار ظلم ڈھائے، جس کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں۔ ان سب باتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب کو معاف فرمایا اس معافی کے بعد ماضی کے دشمن اب ہر قسم کی تلخیاں بھلا کر مکمل طور پر آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور ایک نئی اجتماعی زندگی کا آغاز فرمایا۔

اسلامی تاریخ میں ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کے انصار اور مکہ مکرمہ سے آنے والے مہاجرین کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا۔ نسل، قوم و قبیلہ، خاندان، شہر، سوچ و بچار وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے باوجود انصار اور مہاجرین ایک پائیدار رشتہ میں بندھ گئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے لیے ایثار و قربانی کی عظیم مثال قائم کی۔

مذکورہ بالا ساری مثالوں میں تنازعات کا نہ صرف حل پیش کیے گئے بلکہ ان کو بہتر مواقع میں تبدیل کرتے ہوئے ان سے مثبت، دیرپا اور مفید اثرات برآمد کیے۔

د) تنازعات سے بچا (Conflict Prevention)

تنازع سے بچا بھی ایک ایسی حکمت عملی ہے جس سے معاشرے کو تنازعات سے بچایا جا سکتا ہے۔ تنازع سے بچا کے لیے ضروری ہے کہ ان وجوہات کا پہلے ہی جائزہ لیا جائے جو تنازع کا سبب بن سکتی ہوں، یعنی ایسی حکمت عملی اختیار کی جائے کہ تنازع پیدا ہونے ہی نہ پائے۔ تنازعات سے بچا کے لیے معاشرے کے اندر لوگوں کے مابین ایسی کوششیں اور اقدامات کیے جا سکتے ہیں جو تنازع کا راستہ روکیں اور تنازع اور تشدد کا مرحلہ پیش ہی نہ آئے۔ معاشرتی اقدار جیسے باہمی احترام، عدل و انصاف، مساوات، باہمی افہام و تفہیم، حسن معاشرت اور حسن اخلاق وغیرہ کے فروغ سے تنازعات کا بچا ممکن ہے۔ اسلامی تعلیمات میں "سد ذرائع" (برائی کا راستہ روکنے کا) کی صورت میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ سد ذرائع تنازعات سے بچاو کی اسی حکمت عملی کو واضح کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بیشک کبیرہ گناہوں میں سے ایک اپنے والدین کو گالی دینا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، وہ دوسرے شخص کے باپ کو گالی دے گا اور دوسرا ردعمل میں اس کے باپ کو گالی دے گا، وہ دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اس کی ماں کو گالی دیگا۔ (صحیح مسلم: ۳۱)

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سد ذرائع کی تعلیم دی کہ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی ناموس کو

بچانا ہے، تو دوسرے کے ماں باپ کی توہین نہ کرو۔

حل تنازعات کی ممکنہ صورتیں

فریقین چاہے وہ افراد ہوں، گروہ یا ممالک، ان کے درمیان تنازع مندرجہ ذیل چار مختلف صورتوں میں ختم ہوسکتا ہے۔

ا) یک فریقی جیت (win-lose)

ایک فریق ،جسمانی طور پر زیادہ مضبوط ہونے یا مالی لحاظ سے زیادہ طاقتور ہونے یا اسے کسی بااختیار ادارے یا ملک کی حمایت کی وجہ سے جیت جاتا ہے اور دوسرا ہار جاتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ ہارنے والا مطمئن نہ ہو اور اسے تشدد اور نقصان کا سامنا بھی کرنا پڑے۔

مختلف غزوات اس کی مثال ہیں۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کو جیت اور مشرکین کو شکست اور غزوہ احد میں اس کے برعکس مسلمانوں کو شکست اور مشرکین کو جیت ملی۔

ب) دست برداری (lose-win)

تنازع کو کم از کم عارضی طور پر ختم کرنے کا ایک اور طریقہ دست برداری ہے۔ جس کے مطابق ایک یا دونوں فریق پیچھے ہٹ جاتے ہیں البتہ اس کے ذریعے کوئی بھی فریق صحیح معنوں میں مطمئن نہیں ہوتا۔

سن ٦ ہجری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عمرہ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس فیصلہ کا جب مکہ کے قبائل اور سرداروں کو پتا چلا تو انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی صورت مسلمانوں کو عمرہ کرنے نہیں دیں گے۔ قریش مکہ نے مسلمانوں کو مکہ سے باہر حدیبیہ کے مقام پر ہی روک دیا۔ اس مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کیساتھ ایک معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدہ کی چند شرائط سے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بظاہر متفق نہیں تھے، لیکن آپ ﷺ نے ان شرائط کو منظور فرمایا۔ صلح حدیبیہ میں پیغمبر اکرم ﷺ اپنے موقف (عمرہ کی ادائیگی) سے دست بردار ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ جانے کے بجائے واپس مدینہ منورہ لوٹے۔

ج) سمجھوتہ (lose-lose)

یہ تنازع کے حل کا آغاز ہے دونوں فریق کم وبیش کسی چھوٹی سی تبدیلی پر مثلاً ان وسائل میں شراکت جن پر ان کے درمیان جھگڑا ہوا، یا براہ راست لڑائی سے گریز پر رضامند ہوجاتے ہیں۔ ہوسکتا

ہے کہ سمجھوتہ فریقین کے لیے مکمل طور پر منصفانہ نہ ہو لیکن یہ کم از کم عارضی طور پر اطمینان بخش ہوتا ہے۔ میثاق مدینہ میں رسول اکرم ﷺ نے مدینہ کے یہودی قبائل کو ریاست سے وفاداری کے عوض تمام شہری حقوق عطا کیے۔

(د) ہر ایک کی جیت (win-win)

حقیقی مشترکہ سوچ (یا اعلیٰ تر سوچ) کے حامل فریق ایک دوسرے کے نقصان یا ہار کے بارے میں نہیں سوچتے بلکہ ہر ایک کی بھلائی اور جیت کے بارے میں سوچتے ہیں۔ اس میں دونوں فریق اپنی اصل ضروریات پر ایک نئی مفاہمت پیدا کر لیتے ہیں اور تعاون کے ثمرات آپس میں بانٹنے کا ایک نیا طریقہ تلاش کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے اختلافات کا احترام کرتے اور اپنے مشترکہ مسائل کا تعین کرتے ہیں۔ وہ اپنے مشترکہ مقصد کی خاطر مل کر کام کرتے ہیں۔ اس حل کے مطابق پرتشدد تنازع فریقین کی نظر میں اختلافات کے حل کا تقریباً غیر مطلوب طریقہ بن کر رہ جاتا ہے۔

حجر اسود کے نصب کرنے کے معاملے پر پیش آنے والے تنازع کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا حل پیش فرمایا، جسے آج کے جدید دور میں طرفین کی جیت (win-win) کہا جاتا ہے۔ یعنی ایسا حل جس میں سب کی جیت ہوتی ہے اور کسی کی ہار نہیں ہوتی۔

فتح مکہ بھی ہر فریق کی جیت کی ایک بہترین مثال ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگزر کی عظیم مثال قائم کی اور فرمایا: اے قریش کی جماعت! آپ کیا کہتے ہیں کہ آج آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ انھوں نے کہا: آپ ہمارے بھتیجے اور عم زاد اور رحم کرم کرنے والے ہیں، اس لیے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف فرمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ان سے یہی سوال پوچھا، انھوں نے پھر یہی جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) نے کہی تھی: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمھیں معاف کردے گا اور وہ سب سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

تنازعات کے دوران تین قسم کے رویے

تنازعات و فسادات کے دوران انسانوں کے رویے مختلف نوعیت سامنے آتے ہیں۔ ان رویوں کا ایک مجموعی جائزہ لیا جائے تو وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) بھڑکا کا رویہ: بعض لوگ تنازعات فسادات کو مزید بھڑکاتے ہیں۔ وہ یا تو خود ایک فریق کا حصہ بن جاتے ہیں یا دور رہ کر جارحانہ یا دفاعی پوزیشن لینے والے کے ساتھ مدد کرتا

ہے۔ شاید اس رویے سے بعض انسان اپنا مفاد حاصل کریں لیکن انسانی جان اور دیگر وسائل زندگی کے ضیاع کی صورت میں اس رویے کا نقصان انسانی معاشرے کو اٹھانا پڑتا ہے۔

(۲) سلجھا کا رویہ: بعض لوگ تنازع کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو غیر جانبدار رکھتے ہوئے اور تنازع کا فریق بنائے بغیر دونوں فریق کو کسی حل پر آمادہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں تاکہ تنازع کسی حل کی طرف بڑھے اور اس کے نتیجے میں نقصانات کم سے کم ہوں۔ کبھی ایسا بھی ممکن ہے کہ وہ اپنا اخلاقی، سیاسی اور سماجی قوت کی بدولت دونوں فریق یا کسی ایک فریق کو طاقت سے ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے روکیں۔

(۳) لاتعلقی کا رویہ: بعض لوگ بھڑکانے اور سلجھانے دونوں کام میں حصہ نہیں لیتے۔ یہ رویہ بعض صورتوں میں بہت تکلیف دہ اور نقصان دہ ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب تنازع رشتوں پر مبنی ہو تو لاتعلقی کا رویہ بھڑکا کی مانند نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ یہ وہ تین رویے ہیں جو تنازع کے نتائج کو اثر انداز کرتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ ! ہمارا مظلوم کی مدد کرنا تو قابل فہم ہے (کہ اسے ظلم سے بچائیں)، لیکن ہم ظالم کی مدد کیسے کریں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا ہاتھ ظلم سے روک دو۔ یعنی درحقیقت یہ اس کی مدد ہے کہ ظلم کے برے انجام سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح بخاری: ۲۱۳۲)

یہ حدیث مبارکہ ہمیں تنازع کی صورت میں بھڑکانے یا لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے منہ پھیرنے کے بجائے تنازع کو حل کرنے میں کردار ادا کرنے کی رہنمائی کرتی ہے۔ موجودہ دور میں تنازعات ہر جگہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ آپ اسکے مناظر اپنی گلی محلے کے فسادات سے لیکر قومی، علاقائی اور بین الاقوامی فسادات میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس دور میں ہماری آزمائش یہ ہے کہ ہم کونسا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم فسادات کو درآمد کرنے یا برآمد کرکے بھڑکانے والوں میں شامل ہوں اور دوسروں کے مظالم کی بھی سزا ہم بھگتیں!

مذہب وسائنس

جناب طارق اقبال
ڈاکٹر زغلول النجار، سربراہ سائنس حقائق کمیٹی جدہ

چاند کا دوٹکڑے ہونا اور جدید سائنس

(خلائی ادارہ ناسا کی زیر بحث تازہ رپورٹ کی روشنی میں)

اپالو 10 اور 11 کے ذریعے ناسا نے چاند کی جو تصویر لی ہے اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ زمانہ ماضی میں چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا۔ یہ تصویر ناسا کی سرکاری ویب سائٹ پر موجود ہے اور تاحال تحقیق کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

ناسا ابھی تک کسی نتیجے پر نہیں پہنچی ہے۔ اس تصویر میں راکی بیلٹ کے مقام پر چاند دو حصوں میں تقسیم ہوا نظر آتا ہے۔ ایک ٹی وی انٹرویو میں مصر کے ماہر ارضیات ڈاکٹر زغلول النجار سے میزبان نے اس آیت کریمہ کے متعلق پوچھا:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ○
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ (القمر: ۱-۳)

قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا یا اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں یہ پہلے سے چلا آتا ہوا جادو ہے۔ انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام ٹھہرے ہوئے وقت پر مقرر ہے"

ڈاکٹر زغلول النجار کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں ماہر ارضیات کے پروفیسر ہیں۔ قرآن مجید میں سائنسی حقائق کمیٹی کے سربراہ ہیں۔ اور مصر کی سپریم کونسل آف اسلامی امور کی کمیٹی کے بھی سربراہ ہیں۔ انہوں نے میزبان سے کہا کہ اس آیت کریمہ کی وضاحت کیلئے میرے پاس ایک واقعہ موجود ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ ایک دفعہ میں برطانیہ کے مغرب میں واقع کارڈف یونیورسٹی میں ایک لیکچر دے رہا تھا۔ جسکو سننے کے لیے مسلم اور غیر مسلم طلبا کی کثیر تعداد موجود تھی۔ قرآن میں بیان کردہ سائنسی حقائق پر جامع انداز میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک نومسلم نوجوان کھڑا ہوا اور مجھے اسی آیت کریمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ سر کیا آپ نے اللہ تعالی کے اس فرمان پر غور فرمایا ہے، کیا یہ قرآن میں بیان کردہ ایک سائنسی حقیقت نہیں ہے۔ ڈاکٹر زغلول النجار نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ نہیں! کیونکہ سائنس کی دریافت کردہ حیران کن اشیا یا واقعات کی تشریح سائنس کے ذریعے کی جاسکتی ہے مگر معجزہ ایک مافوق الفطرت شے ہے، جس کو ہم سائنسی اصولوں سے ثابت نہیں کر سکتے۔ چاند کا دوٹکڑے ہونا ایک معجزہ

تھا جسکو اللہ تعالیٰ نے نبوت محمدیؐ کی سچائی کیلئے بطور دلیل دکھایا۔حقیقی معجزات ان لوگوں کیلئے قطعی طور پر سچائی کی دلیل ہوتے ہیں جو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ہم اسکو اسلئے معجزہ تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اس کا ذکر قرآن وحدیث میں موجود ہے۔اگر یہ ذکر قرآن وحدیث میں موجود نہ ہوتا تو ہم اس زمانے کے لوگ اس کو معجزہ تسلیم نہ کرتے۔علاوہ ازیں ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

پھر انہوں نے چاند کے دوٹکڑے ہونے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ احادیث کے مطابق ہجرت سے 5 سال قبل قریش کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے سچے نبی ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟انہوں نے ناممکن کام کا خیال کرتے ہوئے کہا کہ اس چاند کے دوٹکڑے کر دو۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کیا اور چاند کے دوٹکڑے ہوگئے حتیٰ کہ لوگوں نے حرا پہاڑ کو اس کے درمیان دیکھا یعنی اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس طرف اور ایک ٹکڑا اس طرف ہوگیا۔ابن مسعود فرماتے ہیں سب لوگوں نے اسے بخوبی دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو،یادرکھنا اور گواہ رہنا۔کفار مکہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ یہ ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو ہے۔کچھ اہل دانش لوگوں کا خیال تھا کہ جادو کا اثر صرف حاضر لوگوں پر ہوتا ہے۔اس کا اثر ساری دنیا پر تو نہیں ہوسکتا۔چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ اب جولوگ سفر سے واپس آئیں ان سے پوچھو کہ کیا انہوں نے بھی اس رات چاند کو دوٹکڑے دیکھا تھا۔چنانچہ جب وہ آئے ان سے پوچھا،انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ ہاں فلاں شب ہم نے چاند کے دوٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔کفار کے مجمع نے یہ طے کیا تھا کہ اگر باہر کے لوگ آ کر یہی کہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔اب جو باہر سے آیا،جب بھی آیا،جس طرف سے آیا ہر ایک نے اس کی شہادت دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔اس شہادت کے باوجود کچھ لوگوں نے اس معجزے کا یقین کرلیا مگر کفار کی اکثریت پھر بھی انکار پر اڑی رہی۔

اسی دوران ایک برطانوی مسلم نوجوان کھڑا ہوا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میرا نام داد موسیٰ پیٹ کاک ہے۔میں اسلامی پارٹی برطانیہ کا صدر ہوں۔وہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا کہ سر اگر آپ اجازت دیں تو اس موضوع کے متعلق میں بھی کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔میں نے کہا کہ ٹھیک ہے تم بات کرسکتے ہو!اس نے اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے جب میں مختلف مذاہب کی تحقیق کر رہا تھا،ایک مسلمان دوست نے مجھے قرآن شریف کی انگلش تفسیر پیش کی۔میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے گھر لے آیا۔گھر آ کر جب میں نے قرآن کو کھولا تو سب سے پہلے میری نظر جس صفحے پر پڑی وہ یہی سورالقمر کی ابتدائی آیات تھیں۔ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنے کے بعد میں

نے اپنے آپ سے کہا کہ کیا اس بات میں کوئی منطق ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوں اور پھر آپس میں دوبارہ جڑ جائیں۔ وہ کونسی طاقت تھی کہ جس نے ایسا کیا؟ ان آیات کریمہ نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں قرآن کا مطالعہ برابر جاری رکھوں۔ کچھ عرصے کے بعد میں اپنے گھریلو کاموں میں مصروف ہوگیا مگر میرے اندر سچائی کو جاننے کی تڑپ کا اللہ تعالی کو خوب علم تھا۔

یہی وجہ ہے کہ خدا کا کرنا ایک دن ایسا ہوا کہ میں ٹی وی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ ٹی وی پر ایک باہمی مذاکرے کا پروگرام چل رہا تھا۔ جس میں ایک میزبان کے ساتھ تین امریکی ماہرین فلکیات بیٹھے ہوئے تھے۔ ٹی وی شو کا میزبان سائنسدانوں پر الزامات لگا رہا تھا کہ اس وقت جب کہ زمین پر بھوک ،افلاس ، بیماری اور جہالت نے ڈیرے ڈھالے ہوئے ہیں ،آپ لوگ بے مقصد خلا میں دورے کرتے پھر رہے ہیں۔ جتنا روپیہ آپ ان کاموں پر خرچ کر رہے ہیں وہ اگر زمین پر خرچ کیا جائے تو کچھ اچھے منصوبے بنا کر لوگوں کی حالت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ بحث میں حصہ لیتے ہوئے اور اپنے کام کا دفاع کرتے ہوئے ان تینوں سائنسدانوں کا کہنا تھا کہ یہ خلائی ٹیکنالوجی زندگی کے مختلف شعبوں ادویات ، صنعت اور زراعت کو وسیع پیانے پر ترقی دینے میں استعمال ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سرمائے کو ضائع نہیں کررہے بلکہ اس سے انتہائی جدید ٹیکنالوجی کو فروغ دینے میں مددمل رہی ہے۔ جب انہوں نے بتایا کہ چاند کے سفر پر آنے جانے کے انتظامات پر ایک کھرب ڈالر خرچ آتا ہے تو ٹی وی میزبان نے چیختے ہوئے کہا کہ یہ کیسا فضول پن ہے؟ ایک امریکی جھنڈے کو چاند پر لگانے کیلئے ایک کھرب ڈالر خرچ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ سائنسدانوں نے جوابا کہا کہ نہیں ،ہم چاند پر اسلئے نہیں گئے کہ ہم وہاں جھنڈا گاڑ سکیں بلکہ ہمارا مقصد چاند کی بناوٹ کا جائزہ لینا تھا۔ دراصل ہم نے چاند پر ایک ایسی دریافت کی ہے کہ جس کا لوگوں کو یقین دلانے کے لیے ہمیں اس سے دوگنی رقم بھی خرچ کرنا پڑسکتی ہے۔ مگر تا حال لوگ اس بات کو نہ مانتے ہیں اور نہ کبھی مانیں گے۔ میزبان نے پوچھا کہ وہ دریافت کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے تھے اور پھر یہ دوبارہ آپس میں مل گئے۔ میزبان نے پوچھا کہ آپ نے یہ چیز کس طرح محسوس کی؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تبدیل شدہ چٹانوں کی ایک ایسی پٹی وہاں دیکھی ہے کہ جس نے چاند کو اس کی سطح سے مرکز تک اور پھر مرکز سے اس کی دوسری سطح تک، کو کاٹا ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہم نے اس بات کا تذکرہ ارضیاتی ماہرین سے بھی کیا ہے۔ ان کی رائے کے مطابق ایسا ہرگز اس وقت تک نہیں ہوسکتا کہ کسی دن چاند کے دو ٹکڑے ہوئے ہوں اور پھر دوبارہ آپس میں جڑ بھی گئے ہوں۔

برطانوی مسلم نوجوان نے بتایا کہ جب میں نے یہ گفتگو سنی تو اپنی کرسی اچھل پڑا اور بے ساختہ

میرے منہ سے نکلا کہ اللہ نے امریکیوں کو اس کام کے لیے تیار کیا کہ وہ کھربوں ڈالر لگا کر مسلمانوں کے معجزے کو ثابت کریں، وہ معجزہ کہ جس کا ظہور آج سے 14 سو سال قبل مسلمانوں کے پیغمبر کے ہاتھوں ہوا۔ میں نے سوچا کہ اس مذہب کو ضرور سچا ہونا چاہیے۔ میں نے قرآن کو کھولا اور سورہ القمر کو پھر پڑھا۔ درحقیقت یہی سورہ میرے اسلام میں داخلے کا سبب بنی۔

علاوہ ازیں انڈیا کے جنوب مغرب میں واقع مالابار کے لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ مالابار کے ایک بادشاہ چکراوتی فارمس نے چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس نے سوچا کہ ضرور زمین پر کچھ ایسا ہوا ہے کہ جس کے نتیجے میں یہ واقعہ رونما ہوا۔ چناچہ اس نے اس واقعے کی تحقیق کے لیے اپنے کارندے دوڑائے تو اسے خبر ملی کہ یہ معجزہ مکہ میں کسی نبی کے ہاتھوں رونما ہوا ہے۔ اس نبی کی آمد کی پیشین گوئی عرب میں پہلے سے ہی پائی جاتی تھی۔ چناچہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا پروگرام بنایا اور اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر عرب کی طرف سفر پر روانہ ہوا۔ وہاں اس نے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دی اور مشرف با اسلام ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق جب وہ واپسی سفر پر گامزن ہوا تو یمن کے ظفر ساحل پر اس نے وفات پائی۔ یمن میں اب بھی اس کا مقبرہ موجود ہے۔ جس کو "ہندوستانی راجہ کا مقبرہ" کہا جاتا ہے اور لوگ اس کو دیکھنے کے لیے وہاں کا سفر بھی کرتے ہیں۔ اسی معجزے کے رونما ہونے کی وجہ سے اور راجہ کے مسلمان ہونے کے سبب مالابار کے لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اس طرح انڈیا میں سب سے پہلے اسی علاقے کے لوگ مسلمان ہوئے۔ بعدازاں انہوں نے عربوں کے ساتھ اپنی تجارت کو بڑھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب کے لوگ اسی علاقے کے ساحلوں سے گزر کر تجارت کی غرض سے چین جاتے تھے۔ یہ تمام واقعہ اور مزید تفصیلات لندن میں واقع "انڈین آفس لائبریری" کے پرانے مخطوطوں میں ملتا ہے۔ جس کا حوالہ نمبر (Arabic ,2807,152-173) ہے۔

اس واقعہ کا ذکر محمد حمید اللہ نے اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں کیا تھا۔ ناسا کی یہ تصویر چاند پر پائی جانے والی کئی دراڑوں میں سے ایک دراڑ کی ہے۔ ہم وثوق سے تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ وہی دراڑ ہے کہ جو معجزہ کے رونما ہونے کی بنا پر وجود میں آئی تھی مگر ہمارا ایمان ہے کہ معجزہ کے بعد چاند کی کچھ ایسی ہی صورتحال ہوئی ہوگی۔ بہرحال سائنسدانوں کے بیانات سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم نے جس واقعہ کا ذکر آج سے 14 سو سال پہلے کیا تھا وہ بالکل برحق ہے، یہ نا صرف قرآن مجید کی سچائی کی ایک عظیم الشان دلیل ہے بلکہ یہ ہمارے پیارے نبی، امام الانبیا کی رسالت کی بھی لاریب گواہی ہے۔ اللہ تعالی ہمارے ایمان کو اکمل و کامل کرے اور ہمیں قرآن وحدیث کے مطابق اپنے عملوں کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جناب محمد عارف اقبال
مدیر اردو بک ریویو دہلی

پاکستان کے ایک معروف مذہبی رہنما
مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات

سہ ماہی اردو بک ریویو ہندوستان کا علمی، ادبی اور تنقیدی مجلہ ہے، جس میں مختلف نوعیت کی علمی ادبی اور تحقیقی کتابوں پر تبصرے شائع ہوتے رہتے ہیں، برصغیر میں تبصرہ نگاری کے حوالے سے یہ اپنی نوعیت کا منفرد پرچہ ہے، رسالے کے مدیر محمد عارف اقبال صاحب نے مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی کتاب "مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات" پر تحقیقی وتنقیدی تبصرہ کیا ہے۔ قارئین الحق کے لئے پیش خدمت ہے.................. (ابن مدنی)

زیر نظر کتاب مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات، کے مؤلف مولانا عبدالقیوم حقانی (القاسم اکیڈمی، پاکستان) کا پسندیدہ موضوع تذکرہ وسوانح رہا ہے انہوں نے جن معروف شخصیات کی سوانح مرتب کی ہیں ان میں علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا سید حسین احمد مدنی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سید سلیمان ندوی، سید شبیر احمد عثانی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا سید اسعد مدنی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا ابوالکلام آزاد شامل ہیں انہوں نے اپنے مربی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی سوانح بھی مرتب کی اور ان کی مجالس کے افادات و ارشادات کو چن چن کر "صحبتے با اہل حق" کے نام سے ایک حسین گلدستہ کے طور پر پیش کیا مولانا سمیع الحق، مولانا عبدالحق کے صاحبزادے ہیں جن کی دینی، علمی، فکری اور سیاسی سرگرمیوں کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے مولانا حقانی نے دو جلدوں میں یکجا کرنے کا فریضہ ادا کیا ہے، مولانا عبدالقیوم حقانی ساٹھ سے زائد دینی علمی کتابوں کے مؤلف ومرتب ہیں تذکرہ اور سوانح کے علاوہ احادیث اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مرغوب موضوع ہے شرح صحیح مسلم (۷ جلدوں میں) اور شرح شمائل ترمذی (تین جلدوں میں) بھی شائع ہوئے۔

زیر نظر کتاب کے صفحہ نمبر ۳ پر فاضل مولف نے کتاب سے متعلق درج ذیل عبارت بھی شائع کی ہے
"تذکرہ وسوانح شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق" جو ایک مرد مجاہد کی کہانی ہی نہیں ایک عہد کی تاریخ

ہے اور داستان سبق آموز بھی ہے، مولانا سمیع الحق کے علم وقلم ،ادب وتاریخ ،درس وتدریس ،اعلاء کلمۃ الحق ، شریعت بل اور نفاذ شریعت کی تحریک قومی وملی اور سیاسی خدمات ،قادیانیت سمیت تمام فرق باطلہ کا تعاقب ، افغان جہاد اور تحریک طالبان سے لے کر دفاع پاکستان کونسل تک معرکہ آرائیوں کے دلچسپ تاریخی مراحل ...تقریباً پون صدی پر مشتمل دلآویز ،سبق آموز داستان عزیمت ۔"

اس کتاب پر مولانا سمیع الحق کے قلم سے ان کی تائید اور دعاؤں کے حصول کیلئے تین صفحات بھی شامل کئے گئے ہیں مولانا سمیع الحق نے لکھا ہے کہ "تصنیف وتالیف کا کام اس کے حقوق ادا کرنے کے ساتھ کسی کوہ کن کا جوئے شیر لانے سے بھی مشکل ہے ،مگر اللہ تعالیٰ نے مولانا حقانی کے لئے یہ کام ایسا سہل اور موم بنادیا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے آہن وفولاد کہ جیسے چاہا اسی سانچے میں ڈھال دیا...."

مولانا عبدالقیوم حقانی نے اپنے استاد مولانا سمیع الحق کی سوانح اور ان کی حیات کی تمام تر سرگرمیوں اور جدوجہد کو عقیدت سے سمیٹنے کی کوشش کی ہے مولانا حقانی نے عرض مولف کے ذیل میں بڑے افسانوی انداز میں لکھا ہے: "مولانا سمیع الحق کا نام زبان پر آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی گلستان ہزار رنگ کی دل آویز داستان کھل گئی ہے اور ایک بلبل ہزار داستان ہے جو اپنے نوع بہ نوع نغموں سے سیر کنندگان گلستان کے دلوں کو لبھا رہا ہے موصوف مختلف الجہات شخصیت کے مالک ہیں ۔" ایک جگہ لکھتے ہیں: "وہ ایک ایسے عالم دین ہیں جن کی رہنمائی کا دائرہ مسجد ومدرسہ سے لے کر پارلیمنٹ اور سیاست کے میدانوں تک وسیع ہے ۔پاکستان میں نفاذ شریعت کی تاریخ میں ان کی رہنمائی کے نقش ثبت ہیں ۔شریعت کے حوالے سے جب بھی کوئی کڑا وقت آیا ہے اور کسی بھی فتنے نے جب بھی سر اٹھایا مولانا سمیع الحق فوراً میدان عمل میں اترے اور فتنوں کا تعاقب کیا۔"

پاکستان کی معروف علمی ،مذہبی وسیاسی شخصیت مولانا سمیع الحق (3 ستمبر 1936) کا آبائی تعلق اکوڑہ خٹک سے ہے۔ان کے جد امجد مولانا اخوند زادہ عبدالرحیم اپنے خاندان کے ہمراہ 1761 کے قریب تبلیغ دین کے سلسلے میں اکوڑہ خٹک میں آباد ہوئے ان کے والد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق (پ:1880) اپنے وقت کی نامور علمی شخصیت ،بہترین مدرس اور جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے مؤسس ومہتمم تھے ،وہ دارالعلوم دیوبند میں بھی استاد رہے کہا جاتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے بعد یہ جنوبی ایشیاء کی سب سے بڑی آزاد اسلامی یونیورسٹی ہے ۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری محمد طیب مرحوم نے فرمایا تھا کہ دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے ۔" اسی یونیورسٹی یعنی جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے طالبان تحریک کے رہنما ملا عمر کا خاص تعلق تھا۔

مولانا سمیع الحق نے اسی دارالعلوم حقانیہ میں دورۂ حدیث مکمل کیا اور اسی سال شیخ التفسیر مولانا احمد

علی لاہوری سے دورہ تفسیر بھی مکمل کیا اور اس کے ساتھ ہی جامعہ حقانیہ میں درس و تدریس کا آغاز کیا اور اب بھی حدیث کی اعلیٰ کتابوں کا درس دیتے ہیں فاضل مؤلف کے نزدیک مولانا سمیع الحق ایک اچھے شیخ و مربی اچھے صحافی ،انشا پرداز ،محدث ،فقیہ ،اچھے متکلم ادیب،اس کے ساتھ ہی ایک راسخ العقیدہ عالم دین ہیں، ۷۵ سالہ مولانا سمیع الحق کا یہ تعارف بھی کرایا گیا ہے کہ قومی وملی ،سیاسی انقلابی درسی وتدریسی ،جہادی ودعوتی ،تصنیفی اور ادبی حلقوں میں ان کی ذات ایک حوالے کا درجہ رکھتی ہے ۔اپنی تمام تر سرگرمیوں کے ساتھ مولانا سمیع الحق نے ماہنامہ الحق کا اجراء ستمبر 1965 میں کیا، اس کے مدیر کی حیثیت سے انہوں نے پاکستانی سیاست ہی کو نہیں بلکہ دینی وسماجی حلقے کو جھنجھوڑنے کا کام کیا ۔یہ پرچہ اب بھی جاری ہے اس پرچہ پر معروف دانشوروں ،صحافیوں ،علماء ادیبوں اور سیاست دانوں کی آرا بھی کتاب میں شامل ہیں ۔

مولانا سمیع الحق کے والد اور بانی ومہتمم جامعہ حقانیہ مولانا عبدالحق نے یحییٰ خان کے دور حکومت میں 1971 کے معرکۃ الآراء انتخاب میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے ۔پارلیمنٹ میں مسلمان کی تعریف اور سود کی حرمت ،کے عنوان سے ان کا خطاب بے حد مشہور ہوا۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے حامل مولانا عبدالحق نے تدریس کے ساتھ سیاسی خدمات کا سلسلہ بھی جاری رکھا کیونکہ ان کے نزدیک اسلام میں سیاست دین سے جدا نہیں ۔لیکن یہی بات دعوتی وتحریکی حلقہ سے کہی گئی تو ہندوپاک کے تبلیغی اور دیوبندی حلقے نے اسے دین کے منافی قرار دیا اس کے بعد 1985 کے الیکشن میں مولانا عبدالحق قومی اسمبلی اور ان کے بیٹے مولانا سمیع الحق سینٹ کے رکن منتخب ہوئے فاضل مؤلف نے لکھا ہے کہ سینٹ میں پرائیوٹ شریعت بل ،متحدہ علما کونسل ،قائد شریعت کا اعزاز ،اراکین پارلیمنٹ کے نام فکر انگیز مکتوب، پارلیمنٹ کے سامنے احتجاجی مظاہروں کی قیادت پاکستان میں عورت کی حکمرانی کے خلاف مولانا سمیع الحق کا پارلیمنٹ میں تعمیری اور تاریخی کردار ،اسلامی جمہوری اتحاد کی صدارت اور میاں نواز شریف کے لیے مولانا سمیع الحق کا ایثار ،متحدہ دینی محاذ اور انتھک سیاسی جدوجہد جو آج بھی جاری وساری ہے جامعہ حقانیہ کا ایک روشن باب ہے فاضل مؤلف نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یورپ، امریکہ اور افریقہ سمیت پورے برصغیر میں حقانیہ کی دینی ،تعلیمی ،تالیفی، تصنیفی ،فقہی اور مذہبی خدمات کا ہر شہر اور ہر دیہات میں چرچا ہے حقانیہ نے ہزاروں مفتی ،محدث، مفسر، محقق ،مؤرخ ،معلم ،مبلغ ،مناظر مدبر، مفکر ،شاعر اور روحانی مربی وصوفی پیدا کئے ۔

''مولانا سمیع الحق: حیات وخدمات'' کی دونوں جلدوں کے مشمولات کل 21 ابواب میں تقسیم کئے گئے ہیں ہر باب کے متعدد ذیلی عنوانات کے تحت معلومات فراہم کی گئی ہے تقریب فہم کے لئے ابواب پر ایک طائرانہ نظر ضروری ہے ملاحظہ کیجئے :(۱) پیدائش، ابتدائی تعلیم وتربیت، تحصیل وتکمیل علم، تذکرہ الاساتذہ

اور سندات (۲) درس وافادہ، انداز تدریس وتقریر درسی خصوصیات وامتیاز (۳) جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تعمیر وترقی (۴) ماہنامہ الحق آغاز ورفتار کارثمرات اور انقلابی اثرات (۵) تصنیف وتالیف، تحریری شذرے اور ذوق شعروادب (۶) ردفرق باطلہ: قادیانیت رافضیت اور پرویزیت وغیرہ (۷) تحفظ ناموس صحابہ واہل بیت (۸) تجدد، استشراق اور ماڈرن ازم کا فکری وعملی تعاقب (۹) سائنس کی فتنہ سامانیاں: اسلام اور عہد حاضر کے سائنسی کارنامے (۱۰) مشن، دینی مقاصد اور اسلامائزیشن کے لیے سیاسی اور جماعتی جدوجہد (۱۱) نفاذ شریعت کی جدوجہد، سیاسی وپارلیمانی کردار، ایوان میں شریعت بل کا معرکہ (۱۲) عورت کی حکمرانی کے خلاف جدوجہد (۱۳) جہاد افغانستان میں مولانا سمیع الحق کا کردار (۱۴) تحریک طالبان اور افغانستان کا اجمالی تعارف (۱۵) دفاع افغانستان وپاکستان کونسل کی تشکیل (۱۶) ملی یکجہتی کونسل کا قیام (۱۷) مواعظ ونصائح، دعوت وتبلیغ خطبات (۱۸) مردمجاہد کی بارگاہ میں (۱۹) بیرون ملک اسفار اسلام کی سفارت ودعوت اور پہلے سفرحرمین کی جھلکیاں (۲۰) مغرب کی یورش ویلغار: مولانا سمیع الحق کا اعلاء کلمۃ الحق (۲۱) تحریک طالبان پاکستان: امید ویاس اور سازشوں کے سائے۔

زیرنظر کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کی سیاست میں یادینی مذہبی اور سماجی حلقے میں جامعہ حقانیہ کے بانی اور وہاں کے علماء ہرمحاذ پر موثر کردار ادا کرتے رہے ہیں۔اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم حقانیہ جہاد افغانستان کی فوجی چھاؤنی تھا۔مولانا سمیع الحق نے افغانستان میں مولانا جلال الدین حقانی کے محاذ کا دورہ کرتے ہوئے افغان مجاہدین سے خطاب کیا۔مجاہدین کے کمانڈر، جامعہ دالعلوم حقانیہ آتے رہے اور وہاں ان کی تربیت بھی کی جاتی رہی اس کتاب میں مولانا سمیع الحق سے لیے گئے بین الاقوامی میڈیا کے نمائندوں کے انٹرویوز بھی شامل ہیں ان میں وائس آف امریکہ، این بی سی نیوز، ترکی ٹی وی، فرانسیسی اخبار، نیویارک ٹائمز، بی بی سی لندن، لبنانی ٹیلی ویژن، گارڈین لندن کے صحافی (جون بون) وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

جامعہ حقانیہ میں بین الاقوامی شخصیات کی آمد اور ان سے مولانا سمیع الحق کی ملاقات کا احوال بھی کتاب کی زینت ہے نومبر 1999 میں جامعہ حقانیہ کی تقریب دستار بندی میں ملا محمد عمر کے لیے دارالعلوم کی طرف سے فراہم شدہ خصوصی سند تیار کرائی گئی جسے مولانا محمد مسلم حقانی اور مولانا نجیب اللہ کو دی گئی تاکہ وہ اس سند کو امیر المومنین کی طرف سے قبول کرکے ان کو پہنچائیں اس موقع پر مولانا سمیع الحق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حقانیہ ایک مدرسہ ایک انقلاب اور تحریک کا نام بن گیا ہے۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ روس کو تہس نہس

کردیا اور افغانستان کو آزاد کرایا اور جہاد کیا اور اب نظام الہیہ کو قائم کیا..." (ج دوم ۔ص ۱۲۵) مولانا سمیع الحق نے جمعیت علماء اسلام کے سربراہ کی حیثیت سے طالبان کے حق میں اٹھ کھڑے ہونے کا اعلان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ "ہماری قوم امریکہ کا مقابلہ غلیل اور پتھروں سے نہیں بلکہ ایٹم بم سے کریگی" (ص ۱۳۳ ج دوم) "صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام" کے عنوان سے حساس بین الاقوامی موضوعات کے تناظر میں عالمی اور مغربی میڈیا سے مولانا سمیع الحق کے دوٹوک مکالمہ پر مشتمل کتاب ہے۔ (ج اول ص ۱۸۸)

مشاہیر بنام حضرت مولانا سمیع الحق کے حوالے سے فاضل مؤلف لکھتے ہیں کہ "علمائے دیوبند کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں یہ جو اسامہ بن لادن نے سعودی عرب کی بادشاہت کے خلاف جو غیر اسلامی حکومت ہے اس غیر اسلامی حکومت کے خلاف جو علم بغاوت بلند کیا ہے یہ نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا موقف ہے۔ اگر آپ ان کے خطبات کا مطالعہ کریں اور جمعیت علماء اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ جو باتیں اسامہ بن لادن آج کر رہے ہیں حضرت مدنی ۷۵ سال پہلے فرمایا کرتے تھے۔" (ج دوم ص ۷۸)

مولانا سمیع الحق بھٹو کی پیپلز پارٹی حکومت کو لادینی حکومت سمجھتے تھے انہوں نے بے نظیر بھٹو کی حکومت میں عورت کی حکمرانی کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تھا اس کتاب سے علوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر جامعہ حقانیہ (اکوڑہ خٹک) میں اکثر آتے تھے، 11 اپریل 2001ء کو مولانا سید اسعد مدنی ،مولانا مرغوب الرحمٰن ،مولانا محمد عثمان اور مولانا عبدالحق اعظمی جامعہ حقانیہ تشریف لے گئے تھے جن کا استقبال وہاں کے اساتذہ اور ہزاروں طلباء نے فلک شگاف نعروں سے کیا تھا۔ (جلد دوم صفحہ 294)

فاضل مؤلف مولانا عبدالقیوم حقانی یقینی طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مولانا سمیع الحق کی حیات وخدمات کو ان کی کتابوں ،ماہنامہ الحق کے متعدد شماروں اور خطابات کی مدد سے دو ضخیم جلدوں میں دستاویزی کام انجام دیا ہے یہ کتاب نہ صرف پاکستان کی موجودہ سیاست اور مذہبی سرگرمیوں کو اجاگر کرتی ہے بلکہ افغانستان میں مجاہدین کے ذریعے روسی حملہ آوروں کے شکست کی داستان ہے اس کے ساتھ ہی تحریک طالبان ملاعمر اور پاکستان کی دیگر جہادی تحریکوں مثلاً حرکت المجاہدین ،البدر ،حزب المجاہدین ،جمعیت المجاہدین ،لشکر طیبہ وغیرہ کی سرگرمیوں اور ان سے وہاں کے مدارس بالخصوص جامعہ حقانیہ کے تعلق اور جذبات کو اجاگر کرتی ہے یہ کتاب افغانستان کے حوالے سے جہادی تحریکوں کی تاریخی دستاویز بن گئی ہے۔

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب کے اسفار:

☆ ۱۰ مارچ ۲۰۱۶ء کو کانگڑہ شبقدر میں مدرسہ جامعہ عبداللہ بن مسعود کی افتتاحی تقریب سے خطاب فرمایا، تقریب میں شبقدر، مہمند ایجنسی، دوآبہ اور اطراف واکناف سے ہزاروں علماء طلباء نے شرکت کی، جس میں ایک بڑی تعداد دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء کی تھی۔

☆ تحفظ اسلام علماء کنونشن ۱۳ مارچ ۲۰۱۶ء کے لئے لاہور کے لئے تشریف لے گئے، جمعیت علماء اسلام کے زیراہتمام آل پارٹیز مشاورتی اجلاس کی صدارت کی، جس میں تقریباً ۳۰ دینی سیاسی اور سماجی تنظیموں کے قائدین نے شرکت کی بعد میں علماء کنونشن سے خطاب فرمایا۔ اگلے روز ۱۵۔مارچ کو لاہور منصورہ میں آل پارٹیز کانفرنس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔

☆ ۲راپریل کو لاہور میں نظام مصطفیٰ کانفرنس میں شرکت کی جس میں تمام مذہبی جماعتوں کے قائدین شریک رہے۔اس سے قبل یکم اپریل کوالقادسیہ میں سربراہی میں شرکت کی۔

تبلیغی مرکز رائیونڈ سفر: حضرت مہتمم صاحب وفد سمیت تبلیغی مرکز رائیونڈ تشریف لے گئے جہاں دعوت وتبلیغ کی عالمگیر شخصیت حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہ سمیت دیگر اکابرین سے ملاقات کی، اس کے علاوہ مبلغ اسلام مولانا طارق جمیل صاحب سے بھی خصوصی نشست رہی، وفد میں مولانا حامد الحق، مولانا یوسف شاہ اور سید احمد شاہ بھی موجود تھے۔

ممتاز قادری شہیدؒ کے حوالے سے تعزیتی جلسہ: ممتاز قادری شہیدؒ کے بہیمانہ پھانسی کی دردناک خبر آتے ہی دارالعلوم حقانیہ میں نماز ظہر کے بعد وسیع مسجد میں تعزیتی جلسہ سے مولانا سمیع الحق، مولانا انوار الحق نائب مہتمم، مولانا عرفان الحق حقانی اور دیگر اساتذہ نے اپنی تقاریر میں شدید غم ورنج کا اظہار کیا گیا، اس کے بعد دارالعلوم کے اساتذہ کی قیادت میں ہزاروں طلبہ کا پرامن احتجاجی جلوس نکالا جو جی ٹی روڈ اکوڑہ سے ہوتا ہوا اڈہ اکوڑہ خٹک میں اختتام پذیر ہوا جس میں ہزاروں شہری بھی جلوس میں شامل ہو گئے۔

جمعیت علماء کے مرکزی قائدین کا دورہ لاہور: ۹/مارچ: (لاہور) جمعیت علماء اسلام کے مرکزی قائدین مولانا حامد الحق حقانی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، ظہیر الدین فاروقی، مولانا سید یوسف شاہ، مولانا عاصم مخدوم، مولانا احمد علی ثانی، غازی الدین بابر نے آج مختلف جماعتوں کے سربراہان دینی اداروں کے

مہتممین اور قومی اخبارات کے دفاتر کا دورہ کیا اور جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام ۱۳ مارچ کو لاہور میں ہونے والی کانفرنس تحفظ علماء کنونشن کا دعوت نامہ قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کی طرف سے پہنچایا گیا۔

جمعیت علماء اسلام کا اعلیٰ سطحی مشاورتی اجلاس: جمعیت علماء اسلام کا اعلیٰ سطحی مشاورتی اجلاس ۶ مارچ کو اکوڑہ خٹک میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مرکزی مجلس عاملہ کے ارکان کے علاوہ صوبائی امراء و نظماء اور اہم قائدین نے شرکت کی، اجلاس میں حکومت کی طرف سے لبرل پاکستان کے اعلان، غازی ممتاز قادری کی شہادت اور پنجاب اسمبلی کے حقوق خواتین قانون اور ان سے پیدا ہونے والی نازک صورتحال پر تفصیلی غور کیا گیا۔ اس سلسلے میں پانچ رکنی کمیٹی تشکیل دی گئی جو علماء مشائخ اور مدارس کے منتظمین کو کنونشن میں شرکت کی دعوت دے گی، جبکہ صوبہ سندھ کیلئے مولانا حافظ احمد علی خیبر پختونخوا کیلئے مولانا محمد اسرائیل، پنجاب کیلئے مفتی خالد محمود اظہر، ضلع رحیم یار خان و ضلع ڈیرہ غازی خان کیلئے مولانا محمد اسعد درخواستی اور قبائل کیلئے مولانا عبدالحئی حقانی کو ذمہ داری سونپی گئی جبکہ مولانا بشیر احمد شاد اور مولانا مفتی خالد اظہر، مولانا حامد الحق حقانی، مولانا عبدالرؤف فاروقی، مولانا سید یوسف شاہ اور جناب ظہیر الدین بابر انتظامی کمیٹی کے ممبران ہوں گے، اسلام آباد، راولپنڈی میں علماء کو دعوت دینے کی ذمہ داری مولانا عبدالخالق اور مولانا محمد رمضان علوی کے سپرد کی گئی۔

مہمانوں کی آمد: جامعہ مدنیہ لاہور کے مولانا محمود میاں، چکوال سے مولانا عبدالقدوس نقشبندی قاسمی، مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی، مولانا امتیاز، حضرو سے مولانا راشد علی زئی، مولانا قاری چمن محمد، مولانا قمر الاسلام، مولانا محمد رضوان، مولانا مفتی رشید احمد اور بلوچستان کے کالجوں اور مدارس کے تقریباً ڈیڑھ درجن نوجوان شامل تھے۔ اس کے علاوہ شیخ موسیٰ عراقی وفد سمیت کراچی سے تشریف لائے۔

دعائے مغفرت کی اپیل: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب و حضرت مولانا انوار الحق صاحب ،جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم حضرت مولانا عبید اللہ المفتی کی تعزیت کیلئے تشریف لے گئے، اور جامعہ اشرفیہ کے مہتمم حضرت مولانا فضل رحیم صاحب، نائب مہتمم مولانا ارشد عبید صاحب، مولانا حافظ زبیر حسن، مولانا اجود عبید، مولانا اسعد عبید اور دیگر اساتذہ و صاحبزادگان سے دلی تعزیت کی۔ ۷/ مارچ ۲۰۱۶ء کو حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اقرا کالج کے پرنسپل معراج الدین رہنما جماعت اسلامی کی وفات پر خیرآباد گئے۔ نماز جنازہ میں شرکت کی اور تعزیتی خطاب فرمایا، ناظم دفتر جناب محمد عارف کے والد جناب محمد صفدر اور ناظم الحق نثار محمد کے چچازاد بھائی محمد سلیم انتقال فرما گئے۔ قائد محترم نے جنازہ پڑھایا۔ رفیق مؤتمر المصنفین کے معاون مولانا محمد فہد کی چچی جان بھی وفات پا گئیں۔ مولانا عبدالقدیر کی والدہ بھی گزشتہ دنوں وفات پا گئیں اللہ تعالیٰ ان تمام کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

محمد اسرار ابن مدنی
نائب مدیر الحق

تعارف وتبصرہ کتب

• تبلیغی جماعت کے بزرگوں کے قیمتی خطبات ''بیانات اکابر''

مرتب: پروفیسر حافظ قاری بشیر حسین حامد ......ضخامت: ۵۹۲صفحات

ناشر: دارالکتاب A-6 یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

تبلیغی جماعت کے مساعی جمیلہ اطراف واکناف عالم میں کسی ذی شعور انسان سے مخفی نہیں اسکے اکابر کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا کہ کسی قسم کی تشہیر کے بغیر دنیا کے ہر ہر گوشہ تک یہ دعوت حق پہنچائیں تصنع سے دوری اور اخلاص پر گامزن رہنا ہی اسکی کامیابی کے بنیادی اسباب ہیں تبلیغی بیانات میں بھی یہ اثر نمایاں نظر آتا ہے کہ جو چیز حق ہو اسے سیدھے سادھے الفاظ میں حاضرین کے سامنے بیان کردیا جائے زیرنظر'' مجموعہ بیانات'' اکابر پروفیسر حافظ بشیر حسین حامد کا مرتب کردہ ان تقاریر کا گلدستہ ہے جو انہوں نے تبلیغی سفر کے دوران مختلف دردمند حضرات سے سنکر یادداشتوں کی شکل محفوظ فرمایا جس میں تبلیغی جماعت کے امیر حاجی عبدالوہاب صاحب کے پرمعز اثر تالیس بیانات کے علاوہ مولانا زین العابدین ،مولانا عبیداللہ ،مولانا جمشید ،مولانا سعید احمد خان ،مولانا نذر الرحمان ،مولانا احسان الحق ،مولانا جمیل احمد ،مولانا سعد ،مولانا طارق جمیل اور مولانا احمد بہاولپوری جیسے مشاہیر پر درد مبلغین کے بیانات بھی محفوظ ہوگئے راہ حق کے متلاشیوں کیلئے یہ گنج گرانمایہ کی حیثیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس فیض کو مزید عام کردے افسوس کہ ان دنوں تبلیغی جماعت کے بارے میں ہمارے حکومت کا رویہ افسوسناک ہے اس اللہ والی جماعت کا راستہ تو امریکہ ،روس اور یورپ جیسے متعصب ملکوں نے بھی نہیں روکا تھا نہ جانے ہمارے ایوان اقتدار میں بیٹھنے والے حکمرانوں کے دماغ میں کونسی نمرودیت وفرعونیت جگہ پکڑ رہی ہے جسکے بدولت وہ حق سے دور ہی ہوتے جارہے ہیں فیاللعجب یہ ذخیرہ اگر چشمہ تعصب اتارا جائے تو انکی آنکھیں کھولنے کیلئے بھی مفید ثابت ہوسکتا ہے (مبصر: مولانا عرفان الحق حقانی)

• مسواک کرنا سنت بھی اور صحت بھی ....مؤلف پیر گوہر الرحمٰن نقشبندی

زیرنظر تبصرہ کتاب ''مسواک کرنا سنت بھی اور صحت بھی'' مسواک کی دینی حیثیت کے علاوہ اسکی طبی افادیت سے بھی بحثیت کرتی ہے اور مسواک کی افادیت کو اجاگر کرنے کیساتھ دنیاوی فوائد اور دیگر تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے ۔مذکورہ کتاب نقشبندی صاحب کی ایک زبردست کاوش ہے جس میں مسواک کے حوالے سے بہت سارے معلومات جمع کرکے قارئین تک پہنچانے کی سعی کی ہے ۔اللہ تعالیٰ موصوف کے اس کاوش کو قبولیت سے نوازے ۔صفحات ۵۶، قیمت ۱۰۰روپے ،ناشر الفرید اکیڈمی دارالعلوم اسلامیہ فریدیہ کانگڑہ شبقدر ضلع چارسدہ (مبصر: محمد اسلام حقانی)